تعمیرِ حیات

لکھنؤ

پندرہ روزہ

اسلامی افکار و اقدار اور مغربی افکار و اقدار کی کشمکش

اس وقت تقریباً تمام مسلمان ممالک میں ایک ذہنی کشمکش اور شاید زیادہ صحیح الفاظ میں ایک ذہنی معرکہ برپا ہے، جس کو ہم اسلامی افکار و اقدار اور مغربی افکار و اقدار کی کشمکش یا معرکہ سے تعبیر کر سکتے ہیں، ان ملکوں کی قدیم تاریخ، مسلم اقوام کی اسلام سے گہری وابستگی اور محبت اور جس نام پر جنگ آزادی لڑی اور جیتی گئی یا جس طاقت کے سہارے ان ملکوں کی آزادی کی حفاظت کی گئی، سب کا دعویٰ ہے کہ اس سرزمین پر صرف اسلامی افکار و اقدار کا حق ہے، اور یہاں صرف اس مسلکِ زندگی کی پیروی جائز ہے، جس کی اسلام نے دعوت دی ہے۔

لیکن اس کے برعکس جس طبقہ کے ہاتھ میں اس وقت ان ممالک کی زمام کار ہے، اس کی ذہنی ساخت، اس کی تعلیم و تربیت اور اس کی ذاتی و سیاسی مصالح کا تقاضا ہے کہ ان ممالک میں مغربی افکار و اقدار کو فروغ دیا جائے، اور ان ممالک کو مغربی ممالک کے نقشِ قدم پر چلایا جائے، اور جو دینی تصورات، قومی عادات، ضوابطِ حیات اور قوانین و روایات اس مقصد میں مزاحم ہوں، ان میں ترمیم و تنسیخ کی جائے، اور بالاختصار یہ کہ ملک و معاشرہ کو تدریجی طور پر (لیکن عزم و فیصلہ کے ساتھ) مغربیت کے سانچے میں ڈھال لیا جائے۔

اس سلسلہ میں بعض ممالک اس سفر کی متعدد منزلیں طے کر چکے ہیں، اور اپنی منزلِ مقصود پر یا تو پہونچ گئے ہیں یا اس کے قریب ہیں، اور بعض ممالک ابھی "دوراہے" پر ہیں، لیکن آثار و شواہد صاف بتا رہے ہیں کہ ؎

دل کا جانا ٹھیر رہا ہے صبح گیا یا شام گیا

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی مدظلہ العالی

ماخوذ از: مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش

۲۵ مئی ۱۹۹۷ء | سالانہ سو روپے | فی شمارہ ۵ روپے

Regd No. LW/NP56
Fax No.: (0522) 380570

Principal : 372336
Guest House : 32-3 B-4 Ext. 20

TAMEER-E-HAYAT

FORTNIGHTLY
NADWATUL-ULAMA, LUCKNOW-226 007 (India)

Rs. 5/-

آپ کی خدمت میں جدید و دلکش
سونے چاندی کے زیورات کیلئے
ہمارا نیا شوروم
گہنہ پیلس
حاجی عبدالرؤف خاں، حاجی محمد فہیم خاں، محمد معروف خاں
ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ چوک لکھنؤ
فون نمبر ۲۶۰۴۳۳

لکھنؤ کے قدیم مشہور و معروف صندل سے تیار کردہ خوشبودار عطریات، عمدہ و اعلیٰ قسم کے روغنیات و عرق کیوڑہ، عرق گلاب و دیگر عطریات کی
ایک قابل اعتماد دوکان۔ ایک مرتبہ تشریف لاکر خدمت کا موقع دیں
خط و کتابت کا پتہ
فون: 268898
اظہار احمد اینڈ سنس پرفیومرس، چوک لکھنؤ

IZHAR AHMAD & SONS
PERFUMERS
CHOWK, LUCKNOW-3

چشمہ ساگر
جاپانی کمپیوٹر کے ذریعہ آنکھوں کی جانچ ہوتی ہے۔
AUTO REFRCCTO METER AR-860
فوٹوکرامک، کوٹیڈ لینس، ہائی انڈیکس ریزی لینس، فینسی باور و دھوپ کے چشموں کا خاص مقام۔
ایک بار خدمت کا موقع دیں
آپٹیشین۔ اے۔ رحمٰن (علیگ)
شنکر جی کی مورتی کے نزدیک، معتبر گنج۔ اعظم گڑھ

مئو کے اصلی نورانی تیل کی خاص پہچان
لیبل پر لائسنس نمبر U-18/77 اور کیپ کے اوپر MAU CITY ہے تب اصلی ہے اگر یہ دونوں پہچان نہ ہو تو نقلی ہے۔
نورانی تیل
درد، زخم، چوٹ، کٹنے جلنے کی مشہور دوا
انڈین کیمیکل کمپنی، مئوناتھ بھنجن یو۔پی

۲۹/۱/۱۴
۱۲۲۴۸۹
جاند

پندرہ روزہ

تعمیر حیات

لکھنؤ

مجلس صحافت ونشریات دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

شمارہ نمبر ۱۴	۱۷ محرم الحرام ۱۴۱۸ھ - مطابق - ۲۵ مئی ۱۹۹۷ء	جلد نمبر ۳۴

زیر نگرانی :-
مولانا قاضی معین اللہ صاحب ندوی (نائب ناظم ندوۃ العلماء)
مولانا ڈاکٹر عبداللہ عباس صاحب ندوی (معتمد تعلیمات دارالعلوم ندوۃ العلماء)
مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی (مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء)
پروفیسر وصی احمد صدیقی صاحب (معتمد مالیات ندوۃ العلماء)

مدیر مسئول
شمس الحق ندوی

مجلس ادارت :-
مولانا نذر الحفیظ ندوی، مولانا محمد خالد ندوی
مولانا عبدالرحمٰن حسنی ندوی، ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی

زر تعاون
سالانہ ——— ۱۰۰ روپئے
فی شمارہ ——— پانچ روپئے
بیرونی ممالک فضائی ڈاک
ایشیائی، یورپی، افریقی وامریکی ممالک
——— ۲۵ ڈالر
بیرونی ممالک بحری ڈاک
بحری ڈاک جملہ ——— ۱۰ ڈالر

اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہوچکا ہے، لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین وادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ سو روپئے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں۔

گذارش
خط وکتابت اور منی آرڈر کرتے وقت کوپن (پیغام سلپ) پر خریداری نمبر کیساتھ مکمل نام وپتہ ضرور لکھیں، خریداری نمبر ہر پتہ کی سلپ پر لکھا رہتا ہے اگر آپ جدید خریدار ہیں تو اس کی صراحت ضرور کریں اس سے دفتری کارروائی میں آسانی اور جلدی ہوتی ہے۔ ——— منیجر

خط وکتابت کا پتہ
منیجر تعمیر حیات پوسٹ بکس ۹۳ ندوۃ العلماء لکھنؤ 226007 یوپی
ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت ونشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں

پرنٹر پبلشر شاہد حسین نے پارکھ آفسٹ میں طبع کراکے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت ونشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا

حامد

وقت اور صحت کی قیمت

ابومحمد لقمان اعظمی ندوی صدر شعبہ اسلامک اسٹڈیز ٹیچرس ٹریننگ کالج الجائل السعودیہ
ترجمہ: شمس الحق ندوی

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم نعمتان مغبون فیہما کثیر من الناس: الصحۃ والفراغ۔

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو نعمتیں ایسی ہیں جن کے سلسلہ میں بہت سے لوگ غیر معمولی نقصان میں ہیں۔ "تندرستی اور فرصت"۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے سامنے ایسی بہت سی چیزوں کی وضاحت فرماتے ہیں جن کی اصل وحقیقت کو سمجھنے میں بہت سے لوگ غفلت برتتے ہیں، انھیں چیزوں میں وقت کی قیمت پہچاننا اور صحت وعافیت سے فائدہ اٹھانا بھی شامل ہے جب ایک سچے مسلمان کے لئے یہ ضروری ہے کہ اپنی عمر کے ایک ایک منٹ وسکنڈ کو نہایت قیمتی سمجھے تو اس کا اپنے وقت کو گنوانا اور بیکار جانے کی پرواہ نہ کرنا اور مہمل چیزوں میں اپنا وقت لگانا خودکشی کے مرادف ہے۔

انسان تیزی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف چل رہا ہے، فلک کا ہر چکر ایک نئی صبح کو وجود بخشتا ہے جو آخرت کی راہ کا ایک مرحلہ ہوتی ہے کیا یہ عقلمندی کی بات نہیں کہ آدمی اس حقیقت کو سمجھے اور ہمہ وقت اس کا دھیان رکھے اور معلوم کرتا رہے کہ اس کے پیچھے کیا ہے اور آگے کیا ہے؟ یہ بڑے دھوکہ کی بات ہے کہ انسان اپنے کو ٹھہرا ہوا سمجھے اور زمانہ چل رہا ہے۔ ——— اسلام ایسا دین ہے جو وقت کی قیمت لگاتا ہے اور زمانہ کے خطرناکی کا اندازہ لگاتا رہتا ہے اور مومن کو ہوشیار کرتا رہتا ہے کہ وہ اپنی عمر اور وقت کا جائزہ لیتا رہے اس لئے کہ وقت اور عمر بالکل اسی طرح امانت ہیں جس طرح مال۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی بندہ کے قدم اس وقت تک نہیں ہٹ سکتے جب تک کہ اس کی عمر کے بارے میں نہ پوچھ لیا جائے کہ اس کو کہاں فنا کیا، اس کے علم کے بارے میں نہ پوچھ لیا جائے کہ اس کے ساتھ کیا کیا، اس کے مال کے بارے میں کہ کہاں سے کمایا اور کس چیز میں خرچ کیا، اور اس کے جسم کے بارے میں کہ اس کو کس کام میں لگایا اور تھکایا۔

یہ حدیث اس بات کو یقینی بناتی ہے کہ قبر میں مومن کا حساب ہوگا، اور قبر میں سب سے پہلا سوال عمر کے بارے میں ہوگا کہ کس کام میں لگایا، جس کا مطلب یہ ہوا کہ عمر بھر اپنا وقت کہاں لگایا اس سے فائدہ اٹھایا یا بیکار گنوایا۔

انسان کے لئے یہ کتنا مشکل مرحلہ ہوگا کہ اپنے اعمال کو یاد کرے حساب دیکھے کہ کس طرح اس کو فضول گنوایا ہے اور ایسی چیزوں میں ضائع کیا جس کا کچھ حاصل نہیں، اسی لئے اسلام ہر مومن کو وقت کی قیمت پہچاننے کی تربیت دیتا ہے اور مسلمان کو سکھاتا ہے کہ اپنا روزمرہ کا کام چستی ونشاط کے ساتھ خوش خوش پورے عزم کے ساتھ شروع کرے، شروع ہی سے وقت سے فائدہ اٹھانے کی حرص اس بات کا شوق پیدا کرتی ہے کہ اس کے وقت کا کوئی حصہ بیکار نہ جانے پائے۔

اسلامی نظام زندگی، دن کی ابتدا فجر کی نماز سے کرتا ہے، سورج طلوع ہونے سے قبل بیدار ہو جانے کو ضروری قرار دیتا ہے اور اس جاگنے کو ناپسند کرتا ہے جو فجر کی نماز کو بعد کے وقت کے لئے ٹال دے، اور حدیث میں ہے "اللّٰھم بارک لأمتی فی بکورھا" اے اللہ تو ہماری امت کے صبح تڑکے کے وقت میں برکت دے، اسلام کا نظام وقت سے فائدہ اٹھانے کی دعوت دیتا ہے، لہٰذا اول وقت کام کو انجام دینے کی دعوت دیتا ہے اور فرائض وذمہ داریوں کو سمجھنے کی طرف متوجہ کرتا ہے تاکہ مومن کو یہ احساس رہے کہ ذمہ داریاں وقت سے زیادہ ہیں، اور یہ معلوم ہے کہ زمانہ سب داریوں پر حاوی ہے جو بندوں پر عائد کردی گئی ہیں اور اچھے برے جتنے مسائل بھی اللہ تعالیٰ بندوں پر بھیجتا ہے زمانہ ان سب پر حاوی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"یُقَلِّبُ اللّٰہُ اللَّیْلَ وَالنَّھَارَ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ۔"

اور خدا ہی رات اور دن کو بدلتا رہتا ہے۔ اہل بصارت کے لئے اس میں بڑی عبرت ہے۔ (سورہ نور ۔ ۴۴)

مگر بڑے افسوس کی بات ہے کہ لوگ مالی نقصان کو تو سمجھتے ہیں اور اس کی حفاظت کی فکر کرتے ہیں اس کے نقصان سے بچتے ہیں لیکن وقت جیسی قیمتی چیز کو بے دریغ ضائع کرتے ہیں اور اس کی ذرا بھی پرواہ نہیں کرتے حالانکہ مال اور وقت

باقی ص ۳۱ پر

اس شمارے میں

۱	درسِ حدیث	مولانا ڈاکٹر محمد لقمان اعظمی ندوی	۲
۲	جمہوری نظام حکومت (اداریہ)	ع ۔ ع ۔ ن	۵
۳	یورپ، امریکہ اور اسرائیل	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی	۷
۴	حادثۂ منیٰ	مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	۱۴
۵	مسلمانوں کی پستی کا ذمہ دار کون؟	محمد یاسر قضمانی	۱۶
۶	فطرت سے بغاوت	ایڈیٹر کے نام خط	۱۸
۷	زمیں کو اوڑھ کر سو جا.... (نعت)	پروفیسر طفیل احمد مدنی	۱۹
۸	منیٰ کا آنکھوں دیکھا حال	مولانا عبدالکریم پاریکھ	۲۰
۹	کاروانِ زندگی۔ ایک مطالعہ	پروفیسر وصی احمد صدیقی	۲۳
۱۰	علمائے ہند کی خدمات	مولانا برہان الدین سنبھلی	۲۷
۱۱	عالمی خبریں	معید اشرف ندوی	۲۹
۱۲	مطالعہ کی میز پر	مولانا محمد خالد ندوی غازیپوری	۳۰

شرائط ایجنسی

۱۔ پانچ کاپی سے کم کی ایجنسی جاری نہیں کی جاتی۔
۲۔ فی کاپی =/۱۰ روپئے کے حساب سے زرِ ضمانت پیشگی روانہ کرنا ضروری ہے۔
۳۔ کمیشن جوابی خط سے معلوم کریں۔

نرخِ اشتہار

۱۔ تعمیر حیات کا فی کالم فی سینٹی میٹر R.20/=
۲۔ کمیشن تعداد اشاعت کے مطابق ہوگا جو آرڈر دینے پر متعین ہوگا۔
۳۔ اشتہار کی نصف رقم پیشگی جمع کرنا ضروری ہے۔

بیرون ملک نمائندے

مدینہ منورہ
Mr. TARIQUE HASAN ASKARI Sb.
P.O.Box No. 842
MADINA MUNAWWARAH -(K.S.A.)

برطانیہ
Mr. M. AKRAM NADWI
O.c.I.S.
St. CROSS COLLEGE
Oxford OX1 3TU - U.K.

ساؤتھ افریقہ
Mr. M. YAHYA SALLO NADVI Sb.
P.O.Box No. 388
Vereniging
(S.AFRICA)

قطر
Mr. ABDUL HAI NADVI Sb.
P.O.Box No. 10894
DOHA - QATAR

دبئی
Mr. QARI ABDUL HAMEED NADVI Sb.
P.O.Box No. 12525
DUBAI -(U.A.E.)

پاکستان
Mr. ATAULLAH Sb.
Sector A 50, Near Sau Quater
H.No. 109 Town Ship Kaurangi
KARACHI-31 (Pakistan)

امریکہ
Dr. A. M. Siddiqui Sb.
98- Conklin Ave
Woodmere
New York 11598 -(U.S.A.)

اداریہ

جمہوری نظامِ حکومت یا فوجی اقتدار

جمہوریت بھی اب معلوم ہوتا ہے کہ "اشتراکیت" کی طرح دم توڑ چکی ہے، ایک "کاغذی شیر" (PAPER_TIGER) میں جیسے کسی نے سوئی کی نوک چبھو دی ہے، شاہی یا بادشاہی نظام تو بدنام اور رسوائے زمانہ تھا ہی، ڈیموکریسی (جمہوریت) بھی فریب اور ڈھکوسلہ ثابت ہوئی، ایک عام انسان پہلے بھی بے بس اور مجبور تھا اور آج بھی بندۂ مزدور ہے، اصل کھیل سرمایہ داروں کا ہے یا چند سرمایہ دار (یا بیروکریٹ) خاندانوں کا تماشہ ہوتا ہے جن کے درمیان رسہ کشی رہتی ہے اور یکے بادیگرے وہ حکومت پر قابض رہتے ہیں یا جن کو سپر پاور (پرانے زمانہ کے شاہنشاہ) اوپر والوں کو نیچا دکھانے کے لئے اونچی کرسیوں پر سرفراز کر دیں، مثالیں ایک نہیں کئی سامنے ہیں، ترکی عوام اپنے ملک میں کیسا نظام چاہتے ہیں، یہ کوئی راز کی بات نہیں ہے۔ مگر وہ حکومت سے نہ صرف یہ کہ بے دخل کئے گئے بلکہ ان کو انفرادی طور پر بھی اپنے معتقدات کے مطابق زندگی گذارنے کی اجازت نہ تھی اور جب جمہوریت کا نعرہ ان کو دیا گیا تو انھوں نے اپنا منڈیٹ دے کر بتایا کہ وہ کیا چاہتے ہیں مگر عملاً وہ آج بھی بے بس ہیں۔ حکومت کی کرسی ان کی ہے مگر حکومت کی لگام فوج اور پولیس کے ہاتھ میں ہے۔ الجزائر میں ملک کے باشندوں نے جس کو منڈیٹ دیا اور انتخاب کے نتائج سامنے آنے لگے تو انتخاب ہی روک دیا گیا۔ مصر میں جمہوری نظام حکومت رائج ہے اور بڑے فخر و طنطنے سے اس کا پروپگنڈہ کیا گیا مگر جمہور کے اہل عقل و دانش جیلوں کی آہنی سلاخوں کے پیچھے سانس لے رہے ہیں۔ شام، عراق، لیبیا کی حکومت عملاً فوج کی چھاؤنیاں ہیں، جمہور کو ان جمہوریتوں میں آہ کرنے کی بھی اجازت نہیں ہے۔

برصغیر کی تینوں حکومتیں اگر فوج کے قبضہ میں نہیں ہیں تو بیگم کی فوج کے تصرف میں رہیں یا پھر گھپلوں، حوالوں اور گھوٹالوں کے گرداب میں گرفتار ہیں۔ غرض جمہوریت جو کبھی علامہ اقبال کی نظر میں بادشاہی کا پرانا نام تھا جیسا کہ ابلیس کی محاکات کرتے ہوئے انھوں نے کہا تھا ؎

ہم نے خود شاہی کو پہنایا ہے جمہوری لباس
جب ذرا آدم ہوا ہے خود شناس و خود نظر

مگر ابلیس کو اس تجربے میں جو کامیابی ہوئی تھی وہ دیرپا نہیں ثابت ہوئی، موجودہ دور میں عسکریت نے جمہوریت کی قبا تار تار کر دی ہے، اور جس کے قبضہ میں بنک اور پریس ہے اسی کے تصرف میں حکومت کا پیلس بھی ہے خواہ وہائٹ پیلس ہو یا ریڈ پیلس۔ "ہر کہ شمشیر زند سکہ بنامش خوانند"۔

اسلام پر یہ الزام تھا کہ وہ بہت تنگ نظر ہے، مسلم اور غیر مسلم کے درمیان تفریق کرتا ہے، سیرت نگار نبوی علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت جامع الفاظ میں اس حقیقت کو واضح کیا ہے۔

"اگر اسلام کے قانون میں مسلم اور غیر مسلم کا ایک فرق بیچ میں حائل ہے تو جمہوری نظام میں ملکی اور غیر ملکی اور قوم اور غیر قوم، امیر اور غریب، سرمایہ دار اور مزدور، تجارت پیشہ اور زمیندار، اپنا طبقہ اور غیر طبقہ، پارٹی اور غیر پارٹی کے بیسیوں حجابات اور دیواریں حائل ہیں جن میں سے ہر ایک اس قدر مضبوط ہے کہ اس کا ہٹانا آسان نہیں، جب کوئی تجویز معرض بحث میں آتی ہے تو انسانیت کے نقطۂ نظر سے نہیں، بلکہ ملک، قوم، جماعت، طبقہ اور پارٹی کے نقطۂ نگاہ سے اس کا فیصلہ کیا جاتا ہے، اور اس کو جمہور کے لئے آیۂ رحمت ثابت کیا جاتا ہے۔ اس جوش و خروش اور قوت اور دلیل سے جو تجویز آیۂ رحمت بن کر منظور ہوتی ہے اس کی کمزوری کا یہ عالم ہے کہ ہر دوسری مجلس میں وہ بیک دفعہ یا چند منزلوں کے بعد بدل جاتی ہے، پھر ایک نئی تجویز اس کی جگہ پر آتی ہے،

اس کی عمر بھی چند روز سے زیادہ وفا نہیں کرتی آخر وہ فنا ہو جاتی ہے، اور تیسری، چوتھی، اور پانچویں آتی ہے، اور اپنی اپنی راہ سے فنا کے گھاٹ اتر جاتی ہے، ان تمام تغیرات کی تہہ میں جو ہاتھ کام کرتا ہے وہ قومی و جماعتی اور شخصی مفاد کا ادل بدل اور تغیر ہے ایک راہ سے جب کسی جماعت کو فائدہ نہیں پہونچتا یا ایک کو پہونچتا ہے اور دوسرے کو نہیں، تو وہ دوسری راہ سے اس کو ڈھونڈھتی ہے اور جب وہ راہ بھی بند پاتی ہے تو تیسری راہ کی تلاش ہوتی ہے، اور یوں ہی پوری عمر آوارہ گردی اور تلاش میں گذر جاتی ہے اور جمہور کو طمانیت کی دولت ہاتھ نہیں آتی۔ (سیرۃ النبی، جلد ہفتم ص۱۸-۱۹)

کرسی کے حصول میں لیڈروں کی مسابقت، ایک کا دوسرے کو پیچھے دھکا دیکر گرانے اور خود کو آگے بڑھانے کی سعی مسلسل، سیاسی چالبازیاں جوڑ توڑ، سازشیں اور گھاتیں کیا کسی نظریہ اور عقیدہ کا نتیجہ ہیں؟ آئے دن ان رہبران قوم کا ایک پارٹی سے دوسری پارٹی میں منتقل ہونا (دل بدلی) کسی نظریہ کے بدل جانے کا نتیجہ ہوتا ہے یا صرف یہ کہ فلاں پارٹی میں شمولیت وزارت کی کرسی کو قریب کردے گی، اور فلاں کے جیتنے کا امکان کم ہے، اور آئے دن دل بدلیوں میں جمہور کا کیا حشر ہوتا ہے، اور الکشنوں کے بعد جو بازیاں ڈرامے ہوتے ہیں، جس کے نتیجہ میں ووٹ کسی نے پائے اور حکومت پر کوئی اور قابض ہوتا ہے کیا اس میں عوام کی رائے بھی شامل ہوتی ہے؟ ان کا مفاد بھی پیش نظر ہوتا ہے؟ نتیجہ یہ کہ عوام جس طرح شاہی حکومتوں میں بے بس سمجھے جاتے ہیں اسی طرح ان نام نہاد جمہوریتوں میں بے اختیار رہتے ہیں، ہاں چیخنے چلانے، ہڑتال کرنے اور گیراؤ ڈالنے، ڈنڈے کی مار سہنے، آنسو گیس میں پڑ کر دم گھٹا کر جینے کی آزادی رہتی ہے اور یہی ہے ثمرۂ جمہوریت اور ڈیموکریسی کا عطیہ۔

(بقیہ)

علماء ہند کی خدمات

مسائل آگئے ہیں۔ جو خواص و عوام دونوں کے لئے گرانقدر فقہی و علمی تحفہ ہے۔ انداز بیان بھی بڑا عام فہم اور جاذب ہے، جس کی وجہ سے اس سے فائدہ اٹھانا ہر ایک کے لئے آسان ہے، نیز اس میں بعض ایسے اور اتنے جزئیات جمع کر دیئے گئے ہیں، جو دوسری اردو کتابوں میں نہیں ملتے، علم الفقہ کے مستند ہونے کی اس سے بڑھ کر اور کونسی دلیل ہوگی حضرت تھانویؒ نے "بہشتی گوہر" کا ماخذ اسی کو بنایا ——

مولانا عبدالشکور صاحبؒ، حضرت مولانا عبدالحیؒ، وہ مولانا فرنگی محلی کے بیک واسطہ شاگرد ہیں، (وہ مولانا عین القضاۃ کے شاگرد تھے جو مولانا فرنگی محلیؒ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے) ایسے ہی مبارک مشاغل میں پوری زندگی گزار کر وہ اپنے خالق سے جا ملے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ ←

ضروری تصحیح

تعمیر حیات کے ۱۰ اپریل ۱۹۹۷ء کے شمارہ میں صـ۲ سطر ۱۶ پر حدیث پاک کے ترجمہ میں "اللہ" کے بجائے آپ چھپ گیا ہے اپنے شمارہ میں یہ تصحیح ضرور فرمالیں۔

عمدہ کاغذ، رعایتی قیمت، بہترین بائنڈنگ۔

NOTE BOOK

حرمین

اُردو کاپی

ملنے کا پتہ:-

مکتبہ الحرمین مسجد مرکز والی ڈاکٹر بی این ورما روڈ امین آباد لکھنؤ۔

مذکورہ بالا پتے سے تعمیر حیات جاری کرا کے رسید حاصل کر سکتے ہیں۔ صبح ۹ بجے سے رات ۸ بجے تک

فون نمبر: ۲۱۷۹۵۶ ——

اعلاء السنن کے مقدمہ کو شیخ عبدالفتاحؒ ابوغدہ نے اپنے بیش قیمت حواشی سے مزین کر کے نہایت آب و تاب کے ساتھ علیحدہ کتابی شکل میں "قواعد علوم الحدیث" کے نام سے شائع کر دیا جو ساڑھے پانچ سو سے زائد صفحات میں سمایا ہے۔

بفضلہ

بہترین مٹھائیوں اور بیکری مصنوعات کے

وابستہ نام — سلیمان عثمان

چند خاص مصنوعات: افلاطون، ڈرائی فروٹ برفی، ڈرائی ڈیٹ برفی، انجیر پاک، اخروٹ پاک، انڈا پاک، بادام کا حفرانی حلوہ، بادامی حلوہ، سوہن حلوہ، بادامی سوہن حلوہ، کاجو قتلی، کاجو رول، کلاکیک... اس کے علاوہ کاجو بسکٹ اور دیگر قسم کے بسکٹ خستہ نان خطائیاں۔

شیریں ارواح، شیریں مزاج

سلیمان عثمان مٹھائی والے

Fax: 009122-8341635 Telex: 011-79341 BARI IN

مسلم و عرب ممالک کے احساس کہتری، دینی دعوتوں اور شریعت کے نفاذ کی تحریکات سے مرعوبیت اور خوفزدگی کا سرچشمہ

یورپ، امریکہ اور اسرائیل

ایک اظہار حقیقت، انکشاف اور تنبیہ

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی

ذیل کا مضمون حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کی وہ اہم و چشم کشا تقریر ہے جو کلیۃ اللغۃ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے ہال میں المعہد العالی کے طلبہ کے سامنے فرمائی تھی، یہ علمی تقریر میں جس خطرہ سے آگاہ کیا گیا ہے اس پر صاحب علم و فکر بندۂ مؤمن کو خصوصاً علماء کرام و طلباء مدارس کو اس سے واقف ہونا ضروری ہے بلکہ ہم اپنے معاصر اسلامی رسائل کے ایڈیٹر حضرات سے بھی گذارش کریں گے کہ اس کو وقت کا سب سے بڑا جہاد سمجھ کر اپنے رسائل میں جگہ دیں کہ مسلمان اس خطرہ سے آگاہ ہوں اور ان میں اپنی نسلوں کی حفاظت کی فکر پیدا ہو اور اس کی تدابیر کی جائیں

تقریر حضرت مولانا کی نظر ثانی کے بعد شائع کی جا رہی ہے جس کو مولوی خالد فیصل ندوی نے ٹیپ ریکارڈ سے نقل کیا تھا۔

ادارہ

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

أما بعد!

عزیزو اور بھائیو! یہ معلوم کر کے کہ یہاں "معہد الدعوۃ"[1] کے نام سے دعوت دینی، دعوت نصرت دین اور اعتزاز بالدین کے لئے ایک شعبہ قائم کیا جا رہا ہے، اس کے مستفیدین خود بھی مطمئن ہوں، ان کو پورا ذہنی اعتماد حاصل ہو اور دوسروں کو بھی مطمئن کر سکیں، جو اس وقت کا خطرہ اور اس وقت کی جو سازش کا چیلنج ہے اس کو سمجھیں، اور اس وقت کی جو سازش ہے اور جس کا مرکز مغرب ہے اس کو سمجھیں، خصوصی الفاظ میں امریکہ اور اسرائیل دونوں اس نتیجہ پر متحد ہو گئے ہیں کہ ان کے نظام سیاست کو، ان کے نظام فکر کو، ان کے عالمی استیلا کے امکان کو کوئی چیز چیلنج نہیں کرتی سوائے مسلمانوں کے متحد و مؤثر وجود کے، اس وقت اس شعبہ کا قائم ہونا ندوۃ العلماء کے بنیادی مقاصد میں ہے، اس لئے کہ اس کے بانی اوّل مولانا سید محمد علی صاحب مونگیری رحمۃ اللہ علیہ کو عیسائی مشنریوں سے واسطہ پڑتا تھا، وہ ان سے مناظرے کرتے تھے، ان کو ان سے مناظرہ کرنے میں یہ محسوس ہوا کہ اب ہمارے فضلائے مدارس کو اور علماء کو جدید خطرات سے واقف ہونا چاہئے اور ان میں تقابلی مطالعہ (COMPARATIVE STUDY) ہونا چاہئے، ان کے اندر اس جدید تعلیم یافتہ طبقہ کے اندر سے (جو عام طور پر فکری، علمی اور سیاسی قیادت پر فائز ہوا کرتا ہے) اسلام کے بارہ میں احساس کہتری کو دور کرنے کی صلاحیت ہونی چاہئے، اور اسلام کی ابدیت، اس کے غلود اور ہر زمانہ اور ہر دور میں اس کی طرف لوگوں کی احتیاج، اور اس کو نجات کا، کامیابی کا، صحیح انسانیت کا واحد اور ابدی راستہ ثابت کرنے پر یقین اور اس کی تفہیم کی صلاحیت ہو، اس لئے اگرچہ یہ شعبہ (اس شعبہ کے مستقل نام سے) تاخیر سے قائم ہوا لیکن ایک بڑی ضرورت اور ندوۃ العلماء کے بانیوں کے منشاء کی تکمیل ہوئی۔

اصل بات سمجھنے کی یہ ہے کہ اللہ کا دین ابدی ہے "اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ" یہ ہر زمانہ کا اعلان ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی مرضیات و نامرضیات بھی دائمی ہیں، یہ غیبی حقائق دائمی ہیں، اس کے علاوہ یہ کہ ہدایت کا راستہ ابدی راستہ ہے، دین ایک ابدی حقیقت ہے لیکن زمانہ متغیر ہے، زمانہ اگر متغیر نہیں تو پھر زمانہ ہی نہیں، زمانہ کوئی جامد چیز نہیں ہے، زمانہ بدلنے والا ہے، رجحانات بدلنے

[1] شعبہ کا پورا نام "المعہد العالی للدعوۃ والفکر الاسلامی" ہے۔

والے ہیں، مطالبات بھی بدلنے والے ہیں، تاثرات کے جو سرچشمے ہیں وہ بھی بدلنے والے ہیں، اور اس کے علاوہ تحریکیں بھی بدلنے والی ہیں، مختلف زمانوں میں مختلف تحریکیں پیدا ہوتی ہیں اور دین کے خلاف محاذ آرائیاں ہوتی ہیں، سازشیں ہوتی ہیں، منصوبے تیار ہوتے ہیں، نئی نئی سلطنتیں قائم ہوتی ہیں، ان کے مصالح و مفادات کا تقاضا بدلتا رہتا ہے، اس میں سیاسی مصلحتیں بھی ہیں، جنگی مصلحتیں بھی ہیں اور معاشرتی مصلحتیں بھی ہیں، اور یہ بھی ہے کہ جو نظام سلطنت قائم ہوا طبعی بات ہے کہ اس نظام کو تقویت پہونچانے کے لئے فضا پیدا کی جائے، یعنی جو اس کے محکوم ہیں وہ اس نظام سلطنت کو اور اس صاحب اقتدار طبقہ اور اس کی حکومت کو اور اس کی تہذیب کو، یہاں تک کہ اس کے گھروں کی معاشرت تک کو بھی آئیڈیل اور قابل تقلید سمجھیں، اس کے لئے نئی نئی تدبیریں کی جاتی ہیں اور ہمیشہ کی جاتی رہیں گی اور خاص طور پر اس زمانہ میں۔

تاریخ بتاتی ہے کہ اسلام کے خلاف محدود قسم کی سازشیں اور منصوبے جو پہلے تیار کئے گئے تھے وہ ناکام بنا دیئے گئے، تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے اسلام اور عالم اسلام کے لئے وسیع اور عمیق اور فیصلہ کن حیثیت سے تاریخ میں دو خطرے پیش آئے ہیں، جن سے اندیشہ تھا کہ اسلام، بحیثیت عالم گیر دعوت سیاسی قوت، اور مذہبی آزادی کے اتنا کمزور ہو جائے کہ وہ محدود رقبہ میں، اور خاص نسل اور قومیتوں کے دائرہ کے اندر ہی نافذ اور کارفرما رہے۔ لیکن عالمی پیمانہ پر اس کا وجود اور نفوذ ختم ہو جائے ایک صلیبی حملہ جو پانچویں صدی ہجری اور گیارہویں صدی عیسوی میں پیش آیا، دوسرا تاتاری حملہ جو ساتویں صدی ہجری اور تیرہویں صدی عیسوی میں چنگیز خاں اور ہلاکو کی قیادت میں ہوا۔

صلیبیوں کا شام پر حملہ ہوا اور وہ بیت المقدس پر قابض ہو گئے، ان کے ذہن اور ان کے منصوبہ میں حرمین شریفین بھی شامل تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے صلاح الدین ایوبی کو کھڑا کیا، جس کی نظیر، اخلاص، للّٰہیت، جذبۂ جہاد و سرفروشی، غیرت و حمیت دینی اور طہارت و تقویٰ میں امتیاز خاص رکھتی تھی، اور اس کی نظیر اگر نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہے، انھوں نے صلیبیوں کو ناکام بنایا، مسلمانوں کا ان کے جھنڈے کے نیچے اتحاد ہوا اور وہ خطرہ ٹل گیا۔

یہ بھی ذہن میں رہے کہ اس وقت تک اور صلیبی حملہ آوروں کے ملک میں نہ اتنی تمدنی و تہذیبی ترقی ہوئی تھی اور نہ سائنس اور تجربی علوم کا وہ فروغ ہوا تھا جو بعد کی صدیوں میں ہوا نہ ان کے سامنے دنیا کی تشکیل نو اور ذہنی و تہذیبی انقلاب کا وہ نقشہ تھا جو بعد میں مغرب کی فاتحانہ اور استعماری طاقتوں کے سامنے آیا اور ان کے پروگرام میں شامل ہوا، یہ محض ایک فوجی یلغار اور مقامات مقدسہ پر قبضہ کرنے کی ایک کوشش اور عزم تھا، اس لئے اس سے وہ خطرات نہیں تھے جو چند صدیوں کے بعد یورپ اور امریکہ کی سیاسی، علمی و تمدنی بالادستی اور مشرقی ملکوں کے یورپ اور امریکہ کے غلام بن جانے اور زیر اثر آجانے سے پیدا ہوئے۔ [1]

ریجنالڈ حاکم کرک نے حرمین شریفین پر بھی چڑھائی کرنے کا ارادہ کیا تھا اس وقت بقول ابن بول، عماد الدین زنگی نے اس خطرہ کے مقابلہ کا ارادہ کیا، جس کی تکمیل اس کے فرزند الملک العادل نورالدین زنگی نے کی، لیکن اس میں پوری کامیابی نورالدین سلطان شام کے فوجی جنرل صلاح الدین ایوبی نے حاصل کی، (جو مصر کی حکومت و اقتدار پر قابض ہو گئے تھے) اور انھوں نے بیت المقدس کو صلیبیوں کے قبضہ سے نکالا، ان پر جذبۂ جہاد، حمیت دینی اور غیرت اسلامی کا پورا اسٹیلا اڈ ظاہر تھا، ۵۸۳ھ (۱۱۸۷ء) میں حطین کے معرکہ میں انھوں نے کامل فتح حاصل کی، اور صلیبیوں کے عزائم کو ناکام بنا دیا۔ [2] معرکۂ حطین کے بعد بیت المقدس کی مسلمانوں کے ہاتھوں میں بازیابی ہوئی اور صلیبیوں کا منصوبہ اور نقشۂ کار ناکام اور بے اثر ہو گیا، سلطان صلاح الدین کی وفات ۲۸ صفر ۵۸۹ھ کو ہوئی۔

بارہویں صدی عیسوی میں مسیحی یورپ، علوم سائنسی تحقیقات و انکشافات، اسلحہ کی تیاری، استعماری عزائم، اور اپنے مادی اور لادینی منصوبوں کی ترویج

---

[1] پہلی صلیبی یلغار شام پر ۴۹۰ھ میں ہوئی، ۴۹۳ھ (۱۰۹۹ء) گیارہویں صدی عیسوی کے آخر میں صلیبیوں نے بیت المقدس پر قبضہ کیا "انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا" کی جلد ۶ میں صلیبیوں کی تعدیات اور مظالم اور خونریزیوں کی تفصیل دیکھی جا سکتی ہے، راقم کا رسالہ "صلاح الدین الایوبی البطل الناصر لدین اللہ" مطبوعہ دار عرفات (رائے بریلی) کا مطالعہ بھی مفید ہوگا، اردو میں راقم کی تصنیف "تاریخ دعوت و عزیمت" کی جلد اول میں ص ۳۰۳ سے ۳۲۴ تک تاتاری حملے، ان کے وحشت ناک مظالم عالم اسلام کے مرکزی شہروں اور بغداد کی تباہی کی لرزہ خیز تصویر اور تاتاریوں میں اسلام کی اشاعت کی معلومات و تفصیلات دیکھی جا سکتی ہیں، اردو دائرۂ معارف اسلامیہ شائع کردہ دانش گاہ پنجاب لاہور کی جلد ۷ میں بھی "چنگیز خان" کے عنوان کے ماتحت تاتاری حملہ کی سفاکیوں اور دہشت گردیوں کی تفصیلات دیکھی جا سکتی ہیں ص ۶۹۱-۷۲۳۔

[2] تفصیل کے لئے مطالعہ کی جائے لین پول کی کتاب "سلطان صلاح الدین" ص ۱۵۵

و تنقید میں اس مقام تک نہیں پہونچا تھا جس مقام پر وہ اٹھارویں اور انیسویں صدی میں پہونچا، اس لئے اس کے غلبہ سے سوائے مسیحیت کی اشاعت، مقامات مقدسہ پر غلبہ اور مسلمانوں کی سیاسی ہزیمت و ذلت کے وہ خطرہ نہیں تھا جو انیسویں اور بیسویں صدی میں یورپ اور (بالخصوص برطانیہ اور فرانس کے) ان مسلم و عرب ممالک پر اپنی تہذیب و فلسفۂ حیات کو غالب کرنے اور ان کو قابل تقلید اور علامت ترقی بنا دینے سے پیش آیا۔

تاتاریوں کا حملہ اگرچہ فوجی تھا لیکن تجربہ ہے کہ کامیاب حملہ آور اور فوجی فاتح فوجی حدود کے اندر محدود نہیں رہتا، بلکہ اس کا طرز عمل اس کے افکار، اس کے عقائد، اس کا طرز معاشرت اثر انداز ہوتے ہیں، تاتاریوں کی کامیابی سے صرف اتنا ہی خطرہ تھا کہ مسلمان غلام بن جائیں گے، انھوں نے بڑے مظالم کئے، کبھی کبھی تو دجلہ کا پانی سرخ ہو جاتا تھا، جب مسلمان بڑی تعداد میں شہید کئے جاتے تھے اور ان کو دجلہ میں ڈال دیا جاتا تھا تو ان کی خون آلود لاشوں سے پانی سرخ ہو جاتا تھا، اور کبھی اس کا پانی سیاہ ہو جاتا تھا کہ وہاں جو بڑے بڑے کتب خانے تھے (اور بغداد اس میں سب سے زیادہ امتیاز رکھتا تھا) ان کی کتابوں کے انبار اس میں ڈال دیئے جاتے تھے، تو پانی سیاہ ہو جاتا تھا، مسلمان شہیدوں کے سروں کے مینارے بنائے گئے، یہ مینارے دور سے دکھائی دیتے تھے، سر پر سر رکھا ہوا، ایک نہیں ہوتا تھا، ایک رکتے تو گنا جاتا، "سروں کا ایک چبوترہ ہوتا تھا، ایک چبوترہ پر "سر" چبوترہ، یہاں تک کہ بہت دور سے نظر آتے تھے، ان کے حملہ کی دہشت کا یہ حال تھا کہ تاریخ میں عام مقولہ درج ہے "إذا قيل لك أن التتر انهزموا فلا تصدق" یعنی ہر بات مان لینا کہ ممکن الوقوع ہے لیکن یہ بات کبھی نہ ماننا کہ تاتاریوں نے کہیں شکست کھائی۔

لیکن اس تاتاری حملہ میں خاص بات یہ تھی کہ تاتاریوں کے پاس کوئی تہذیب نہیں تھی، کوئی ثقافت (CULTURE) نہیں تھی، کوئی دعوت نہیں تھی، اور کوئی متوازی نظام عقائد بھی نہیں تھا، اس لئے ان کا حملہ اگر کامیاب بھی ہو جاتا تو وہ بہت دنوں تک کامیاب نہیں رہ سکتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے اپنی رحمت و قدرت سے خارق عادت طریقہ پر سامان کیا، کہ ایک طرف مسلم فضلاء اور شریعت کے ماہرین نے تاتاریوں کے اندر گھس کر اسلامی تہذیب اور اسلامی قانون کا تعارف کرایا اور جو خلا ان کی زندگی میں ان کے علم و واقفیت اور تہذیب و تمدن اور دعوت میں تھا اس کو اسلام نے پُر کر دیا، یہ ایک طبعی اور فطری بات بھی تھی کہ ایسی فتوحات و انقلاب میں خلاء بہت دنوں تک باقی نہیں رہ سکتا، اہل علم جانتے ہیں کہ قانون الٰہی یہ ہے کہ خلا کا پُر ہونا ضروری ہے، قانون کا خلا تھا، تہذیب کا خلا تھا، علم کا خلا تھا، دنیا کے لئے ان کے پاس کوئی دعوت نہیں تھی، اس خلاء مسلمان اہل فکر نے اور مبصرین نے فائدہ اٹھایا، اور انھوں نے تاتاریوں کو ایک طرف اسلام کی دعوت دی اور ایک طرف بتایا کہ اس خلا کو پُر کرنے کے لئے ہمارے پاس پورا سامان موجود ہے، نظام معاشرہ موجود ہے اور عام دنیا کے لئے دعوت بھی موجود ہے۔ اس سلسلہ میں اہل دل، مخلصین اور اہل اللہ کا بھی بڑا حصہ ہے، ایک واقعہ جو بار بار بیان کیا جا چکا ہے لیکن بڑا مؤثر ہے وہ نقل کیا جاتا ہے۔

آرنالڈ نے پریچنگ آف اسلام (PREACHING OF ISLAM) میں لکھا ہے کہ ایران ترکستان کی طرف کی جو شاخ تاتاریوں کے قبضہ میں آئی اس میں تاتاریوں کے سو فیصد مسلمان ہو جانے کی تقریب یہ ہوئی کہ تغلق تیمور جو ولی عہد سلطنت تھا وہ شکار پر نکلا، اور آپ کو معلوم ہے اور ہمیں بھی اس سے واسطہ پڑا ہے، ہم نے نشانہ کی بھی مشق کی ہے اور شکار بھی کھیلے ہیں کہ شکاریوں میں کچھ روایات ہیں، نحوست کی اور کامیابی و ناکامی کی، مثلاً بچپن میں سنا کرتے تھے کہ جمعرات کو شکار کامیاب نہیں ہوتا، اگر شکار کے لئے چلنے کے وقت کسی نے کہہ دیا چاقو ہے؟ تو اب شکار نہیں ملے گا، چاقو کا نام نہیں لینا چاہئے، اسی طرح تاتاریوں میں ایران اور اس کے باشندوں سے متعلق نحوست کا تخیل تھا کہ ایرانی منحوس ہوتے ہیں اور مخصوص قوموں کے بارہ میں ہمیشہ اس طرح کے تاثرات و روایات رہی ہیں) تغلق تیمور نے اس کا پورا انتظام کیا کہ کوئی ایرانی نہ آنے پائے، جا بجا پہرے بٹھا دیئے، جہاں جگہیں تھیں اور جو دخل تھے ان سب پر آدمی بٹھا دیئے تاکہ کوئی ایرانی نہ آنے پائے، لیکن اللہ تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا، اللہ تعالیٰ کو تاتاریوں جیسی جنگجو طاقتور اور بلند حوصلہ قوم کو مشرف باسلام کرنا اور اس سے دین کی حفاظت کا کام لینا تھا، یہ ایک خدائی انتظام تھا، شیخ جمال الدین ابران کے ایک صاحب دل بزرگ تھے، ان کو کہیں جانا تھا اور راستہ وہی تھا، اس جگہ وہ پہونچے تو اتفاق سے وہاں کوئی پہرہ دار کھڑا نہیں تھا، یہ سب غیبی انتظامات ہوتے ہیں، وہ آگے بڑھ گئے، کسی پہرہ دار نے دیکھ لیا، اس نے ان کو پکڑ لیا اور تغلق تیمور کے پاس پکڑ کر لے گیا، وہ دیکھ کر آگ بگولہ ہو گیا اور اس نے سمجھ لیا کہ انھوں نے شکار کے سارے انتظامات پر پانی پھیر دیا، اب شکار نہیں ملے گا، اس نے غصہ میں آکر کہا کہ تم ایرانی اچھے ہو کہ یہ کتا اچھا ہے، کون افضل ہے؟ آرنالڈ نے تو یہ لکھا ہے کہ انھوں نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے ان کو اور ان کی قوم کو اسلام کی دولت نصیب نہ کی ہوتی تو یہ کتا افضل تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے ہم ایرانیوں کو اسلام نصیب کیا تو ہم افضل

ہیں، اس نے کہا اسلام کیا ہوتا ہے؟ وہ صاحب دل بھی تھے اور صاحب علم بھی تھے، انھوں نے اسلام کا مختصر مگر بلیغ و مؤثر تعارف کرایا، وہ متاثر ہوا اور اس کے دل و دماغ پر اثر پڑا، اس نے کہا کہ اگر ابھی میں اپنے اسلام لانے کا اعلان کر دیتا ہوں تو کوئی فائدہ نہ ہوگا جب میری تاج پوشی ہو جائے تو مجھ سے آکر ملیں، میں اسلام کا اعلان کروں گا۔

یہ تو آزملڈ کی تاریخ میں ہے لیکن ترکی وفارسی مآخذ میں جو (ORIGINAL) ہیں ان میں زیادہ مؤثر انداز میں اس واقعہ کو پیش کیا گیا ہے، اس میں ہے کہ اس نے پوچھا کہ آپ افضل ہیں کہ یہ کتا افضل ہے؟ انھوں نے کہا کہ ابھی اس کا فیصلہ نہیں ہو سکتا، اس نے کہا کہ کیا مطلب؟ یہ کتا کھڑا ہے، یہ آپ ہیں، یا تو کہئے کہ یہ کتا افضل ہے یا کہئے کہ میں افضل ہوں، انھوں نے کہا کہ اگر میں اسلام لاتے ہوئے رخصت ہوا، ایمان پر میرا خاتمہ ہوا تو میں افضل ہوں ورنہ یہ کتا افضل، اس سے اس کے دماغ اور اس کے دل پر چوٹ پڑی، اس نے کہا کہ جب آپ سنیں کہ میری تاج پوشی ہو گئی ہے تو مجھ سے ملئے، یہ برابر دن گنتے رہے اور کان ان کے لگے رہے کہ خبر آئے لیکن ان کا وقت آخر آگیا، انھوں نے اپنے کو بلایا اور کہا کہ عزیز فرزند! شاید یہ سعادت تمہاری قسمت میں لکھی ہوئی ہے، تم جب سننا کہ خلق تیمور کی تاج پوشی ہو گئی ہے تو اس سے ملنا اور یہ واقعہ یاد دلانا، چنانچہ جب انھوں نے تاج پوشی کی خبر سنی تو یہ گئے اور باہر اپنا سجادہ ڈال دیا، ان کو کون اندر جانے دیتا؟ وہ باہر نماز پڑھتے ہے اذان دیتے رہے، اور وقت تو اذان کی آواز محل میں نہیں پہونچی، لیکن فجر کے وقت اذان کی آواز پہونچی تو اس نے کہا کہ یہ صدائے بے ہنگام کیسی ہے؟ کون اس وقت چلاتا ہے اور نیند خراب کرتا ہے، کہا گیا کہ ایک شخص ہے جو اٹھتا ہے، بیٹھتا ہے اور یہ آواز لگاتا ہے، اس نے کہا کہ جاؤ اسے پکڑ لاؤ، لوگ ان کو لے گئے تو انھوں نے کہا کہ میں ان کا (شیخ جمال الدین کا) فرزند ہوں جو آپ سے ملے تھے آپ نے سوال کیا تھا اور یہ کہا کہ آپ افضل ہیں یا یہ کتا؟ انھوں نے کہا تھا کہ اگر میرا خاتمہ ایمان پر ہوا تو میں افضل ہوں ورنہ کتا افضل ہے، میں یہ اطلاع دینے آیا ہوں کہ ان کا خاتمہ ایمان پر ہوا اور وہ کلمہ پڑھتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوئے، تغلق تیمور نے کلمہ شہادت پڑھا اور اپنے اسلام کا اعلان کیا، اس نے اپنے وزیر اعظم کو بلایا، اس نے کہا کہ میں تو بہت دنوں سے مسلمان ہوں ہمیں ایران گیا تھا وہیں اسلام قبول کیا تھا، آپ کے ڈر سے بتاتا نہ تھا، اس کے بعد پوری ایرانی تاتاری شاخ مسلمان ہو گئی، پھر دوسری شاخوں میں بھی اسلام عمومیت کے ساتھ پھیل گیا

ایک باخبر تاریخ داں نے بتایا کہ دو تو میں ایسی ہیں جو سو فیصد مسلمان ہوئیں، ایک عرب اور ایک ترک یہ بھی سو فیصد مسلمان ہوئے صورت یہ ہے کہ ہر زمانہ میں ضرورت ہے داعیوں کی اور مدعوین کی نفسیات کو سمجھنے کی اور حکمت کے ساتھ بات کرنے کی خود قرآن مجید میں ہے:

"اُدْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ"[1]

لیکن اس وقت کا سب سے بڑا فتنہ چیلنج اور خطرہ یہ ہے کہ پورے مغرب اور عیسائی دنیا اور اس کے ساتھ خاص طور پر یہودی عنصر کی (جو ان مغربی ممالک کی شانہ بشانہ ہے) کوشش ہے کہ تمام اسلامی ممالک میں دین کی حمیت ختم ہو جائے دین سے انتساب پر جو فخر ہے وہ ختم ہو جائے، دین کا جو سرچشمہ ہے (یعنی ایمان) ختم ہو جائے اور اس کے اندر اس کے متبادل طریقہ پر احساس کمتری (INFERIORTY COMPLEX) پیدا ہو۔

ہم نے دار المصنفین میں استشراق اور مستشرقین کے بارہ میں جو مجلس مذاکرہ، سیمینار (SEMINAR) ہوئی تھی اس میں کہا تھا کہ مغربی طاقتوں نے اپنی ذہانت سے بالکل صحیح سمجھا کہ محض فوجی برتری و اقتدار اور محض سیاسی تنظیم و استحکام اور نئے اور مؤثر اسلحہ و طریق جنگ کافی نہیں کسی ملک کو مستقل طور پر غلام دیکھنے کے لیے ضروری ہے کہ وہاں کا تعلیم یافتہ اور مثقف طبقہ (INTELLECTUAL CLASS) قوت حاکمہ سے ذہنی طور پر مرعوب ہو، اس کے لیے انھوں نے مستشرقین (ORIENTALISTS) کو تیار کیا، بہت کم لوگوں نے اس راز کو سمجھا ہے کہ مستشرقین محض اپنے علمی ذوق کی بنا پر تحقیق و تصنیف کا کام نہیں کرتے، علمی ذوق تو محدود ہوتا ہے لیکن استشراق کے پیچھے سیاسی و استعماری مقاصد اور سرپرستی کام کرتی ہے[2]۔ یہ اس زمانہ کا بڑا خطرہ ہے اور اس خطرہ کا جو مرکز ہے اس کو اور اس کے ہتھیار اور سلاح کار کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ مستشرقین کا یورپ و امریکہ میں ایک

[1] سورۃ النحل آیت ۱۲۵ (ترجمہ) آپ اپنے رب کی راہ کی طرف علم کی باتوں اور اچھی نصیحتوں کے ذریعہ سے بلائیے اور ان کے ساتھ اچھے طریقے سے بحث کیجئے

[2] دار المصنفین کے مجلس مذاکرہ میں استشراق و مستشرقین پر جو تقریریں اردو عربی میں کی گئی تھیں "الاسلام والمستشرقون عربی میں" اور "اردو میں" اسلامیات اور مغربی مستشرقین و مسلمان مصنفین کے نام سے مجلس تحقیقات و نشریات اسلام کی طرف سے شائع ہو گئی ہے۔

پورا لشکر تھا اور اس کو ہر طرح کی پشت پناہی حاصل تھی، انھوں نے اپنی پوری ذہانت صرف کر دی ایسی کتابوں کے لکھنے میں جس میں صاف صاف اسلام پر حملہ نہ کیا جائے ان کی ذہانت اور سمجھنے کی بات تھی کہ اسلام پر حملہ اگر ہوگا تو مقابل طاقت پیدا ہو جائے گی، بس میں ایسا ہو کہ لوگ پڑھ کر دلائل کی روشنی میں (جو چالاکی کے ساتھ کتاب میں شامل کیے گئے ہیں) کتاب الٰہی کے بارے میں، حدیث کے بارے میں، علم فقہ کے بارے میں، علم کلام کے بارے میں پھر آخری درجہ میں اپنی تہذیب و معاشرت کے بارے میں احساس کمتری کا شکار ہوں جو شخص یہ کتابیں پڑھے گا وہ سمجھے گا کہ ہم تو بہت نیچی سطح پر زندگی گزار رہے تھے ہمارے علماء نے، ہمارے مربیوں نے، اور ہمارے مستشرقین نے ان کمزوریوں کا اظہار نہیں کیا، واقعہ یہ ہے کہ بہت تاخیر سے حدیث کی تدوین شروع ہوئی، بہت تاخیر سے اسلامی قانون بنایا گیا، یہ سب ان سبھوں نے دکھایا ہے۔ حالانکہ اس تاخیر میں بھی حکمتیں تھیں، حدیث کی تدوین جب شروع ہوئی تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس میں تائید الٰہی شامل تھی۔ بلکہ وہ ایک معجزہ تھا، معجزہ آسمانی تھا کہ بخارا کے اور ترکستان کے ایسے ذہین ترین اور قوی الحافظہ افراد نے اس کام کو اپنے ہاتھ میں لیا جن کی مثال دور دور اور دیر دیر تک تاریخ میں نہیں ملتی، اس کی شہادت کے لیے صرف ایک واقعہ نقل کیا جاتا ہے، امام بخاریؒ کے تذکرہ میں آتا ہے:

"امام بخاری جب بغداد آئے تو علماء بغداد نے ان کے امتحان کا یہ طریقہ تجویز کیا کہ سو حدیثوں کی سند اور ان کے متن (مضمون حدیث) کو الٹ دیا، ایک حدیث کی سند دوسرے متن کے ساتھ اور ایک حدیث کا متن دوسری سند کے ساتھ لگا دیا اور دس دس حدیثوں کو ایک ایک شخص کے حوالے کیا کہ وہ ان سے سوال کرے، امام بخاریؒ جب مجلس میں آئے تو ایک ایک شخص نے دس دس حدیثیں سنا ئیں اور ان کی رائے دریافت کیں، وہ سنتے اور فرماتے کہ میں ان حدیثوں سے واقف نہیں اہل علم اس راز کو سمجھے اور ناواقف اشخاص ان کی لاعلمی پر مسکرائے جب سب نے اپنے اپنے حصہ کی حدیثیں سنالیں تو امام نے باری باری ایک ایک کی طرف توجہ فرمائی اور کہا کہ آپ نے جو دس حدیثیں سنائیں تھیں ان کا متن یہ ہے اور ان کی سند یہ ہے، پھر دوسرے تیسرے کی طرف توجہ کی یہاں تک کر سب کہ احادیث تصحیح کر دی اور جس سند کا جو متن تھا اور جس متن کی جو سند تھی وہ بیان کی، لوگ ان کی وسعت نظر، حاضر دماغی اور حافظہ پر انگشت بدنداں رہ گئے"[1]

اسی طرح جب فقہ کی تدوین شروع ہوئی تو خدا نے ائمہ اربعہ اور ان کے بلند مقام اور نادرۂ روزگار خلفاء و تلامذہ اور مجتہدین کی شکل میں ایسے افراد پیدا کیے اور ان کو توفیق دی جن کی مثال دنیا کی قانون سازی اور مسائل حیات کے حل کرنے کی کوششوں میں نہیں ملتی[2]

اسی طرح جب یونانی فلسفہ اسلامی مملکت بالخصوص عراق اور دار الخلافہ بغداد میں سامنے آیا، اور اس نے ذہین اور صاحب فکر طبقہ پر اثر ڈالا، اور اپنی علمی برتری اور اور باریک بینی کا سکہ جمایا اور اس سے ایک سطحی "الفکر طبقہ کے عقائد میں تزلزل پیدا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے امام ابوالحسن اشعری امام ابو منصور ماتریدی، امام غزالی، اور شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہؒ کو پیدا کیا جنھوں نے ان کے اثرات اور مرعوبیت کو زائل کر دیا

اسی طرح غلط عقائد، جاہلی رسوم و عادات شرک و بدعات، اور رسوم قبیحہ کو دور کرنے کے لیے اور دین صحیح اور عقائد صحیحہ اور سنت و شریعت کے احیاء و ترویج کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہر دور اور ہر ملک میں مصلحین و مجددین اور ایسے ائمہ دین اور داعیان مخلصین پیدا کیے جنھوں نے عود الی الجاهلية الاولیٰ اور دین کے مسخ و تحریف کے خطرہ کو دور کر دیا اور دین صحیح کو کہ رائج الوقت کی طرح عام کر دیا

مستشرقین اور ان کی تحقیقات و مادی اور مباحث سے مغربی استعمار WESTERN IMPDERIALIM نے جو کام لیا اور وہ ان کے لیے مفید ثابت ہوا، اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ جب سے استعمار مشرقی ممالک سے بے دخل ہوا، یا بعض جگہ بالکل کمزور ہو گیا اس قدر سے مستشرقین کا کام بھی ڈھیلا پڑ گیا۔ یہ محض اتفاقی بات نہیں ہے نہ محافت کو انحطاط ہوا ہے۔ اور نہ ریڈیو کو، اور جو

[1] تاریخ دعوت و عزیمت حصہ اول ص۵۸ (ماخوذ از مقدمہ فتح الباری ص۴۸۷)

[2] ملاحظہ ہو مذاہب اربعہ اور فقہ و اجتہاد کی تاریخیں اور ماخذ۔

[3] تفصیل کے لیے راقم کی کتاب "تاریخ دعوت و عزیمت" (۱/۲/۳/۵ اردو میں) اور "رجال الفکر والدعوۃ فی الاسلام" (۱/۲/۳/۴ عربی میں) مطالعہ مفید ہوگا

طریقے ہیں خیالات کو دوسروں تک پہنچانے کے۔ ان میں صرف انحطاط ہی نہیں بلکہ اضافہ ہوا، لیکن ہم دیکھ رہے ہیں کہ مستشرقین کا کام بالکل ہلکا پڑ گیا ہے، کبھی کوئی کتاب آجاتی ہے اس میں وہ طاقت نہیں ہوتی، اور قوتِ استدلال نہیں ہوتا جو پہلے ہوتا تھا، مستشرقین کا وجود محض عالم اسلامی کے علمی، مذہبی طبقہ کے اعتماد کو کمزور و متزلزل کرنے کے لیے اور ان کے اندر اپنے دین کے بارے میں، دین کی تاریخ کے بارے میں، سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اور قرآن مجید کے بارے میں اور فقہ و علم کلام کے بارے میں اعتماد کو متزلزل کر دیتا تھا

اس وقت کا سب سے بڑا خطرہ یہ ہے کہ ہمارا جو نوجوان تعلیم یافتہ طبقہ ہے اس کے اندر احساس کمتری پیدا ہو رہا ہے، وہ جو کتابیں پڑھتے ہیں فروغ میں، انگریزی میں، یہاں تو اس کا کم رواج ہے بعض دوسرے ملکوں میں خاص طور پر فرانس کے مقبوضات میں (مغربی شمالی افریقہ کا علاقہ یہ فرانس کے ماتحت رہا ہے، مراکش اور الجزائر بھی فرانس کے ماتحت رہے ہیں، یہاں تک کہ لیبیا طرابلس تک فرانس کے ماتحت رہا ہے) تو یہاں فرنچ لٹریچر اور دوسرے ملکوں میں انگلش لٹریچر پھیلا ہوا ہے اور اس میں یہ سب اثرات تھے۔

سب سے زیادہ قابل تشویش اور حزن و فکر کی بات یہ ہے کہ ممالک عربیہ اس وقت امریکہ اور اسرائیل کا نشانہ ہیں اور ان کا یہ حملہ بہت حد تک کامیاب ہے دہلی کا اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ (جو قیادت کے منصب پر عام طور سے فائز ہوتا ہے) احساس کمتری میں مبتلا ہو گیا ہے، وہ اسلام کے مستقبل سے تو یا مایوس ہوتا جا رہا ہے۔ خاص کر الجزائر اور مصر پیش پیش ہیں وہاں کی قیادتیں اور حکومتیں دینی دعوت اور تحریک سے بہت زیادہ خائف ہیں، وہاں اصل ٹکراؤ دینی نشاۃ ثانیہ کی تحریک دعوت سے، حکومتوں اور دین پسند اسلام پسند طبقوں کے درمیان محاذ قائم ہے،

حالانکہ الجزائر، طرابلس الغرب، مصر یہ وہ ملک ہیں جن میں تحریک آزادی کی قیادت علماء نے کی لیکن آج یہ ممالک سب سے زیادہ خطرہ دین کے داعیوں اور اسلامی قائدین اور تحریکوں کو سمجھتے ہیں، مصر میں شیخ حسن البنا کو خطرہ سمجھا گیا اور وہ شہید ہوئے، عبد الناصر کا زمانہ آیا تو سید قطب کو شہید کیا گیا۔ اور کتنی جانیں شہید ہوئیں، مصر و الجزائر کی حکومتیں خاص طور پر دین کے جذبہ کے بیدار ہونے، دینی حمیت کو اور یہ کہنے کو کہ "یہ اسلامی شریعت کے خلاف ہے"، "یہ حکومت کیوں کر رہی ہے"۔ اس کو اپنے لیے سب سے بڑا خطرہ سمجھتے ہیں۔ ان کو خطرہ اب نہ اسرائیل سے ہے اور نہ کسی اور غیر مسلم طاقت سے ہے، اب اگر خطرہ ہے تو صرف دینی عنصر سے ہے، یہ بڑا المیہ ہے، ایسا المیہ جہاں جامع ازہر ہے، جہاں افریقہ کے جگر پارے افریقہ اور اسلامی ممالک کے تختِ جگر ہزاروں کی تعداد میں پڑھتے ہیں۔ اور عالم اسلام میں جامع ازہر کو سب سے بڑا دینی و علمی ادارہ اور جامعہ سمجھا جاتا ہے۔

اس وقت کا جو چیلنج ہے اور تشویشناک حقیقت ہے کہ وہ یہ کہ ہمارے عرب ممالک اسلامی دعوت سے خائف ہیں کوئی طاقتور تحریک نہیں ہے اور کشش رکھنے والی جماعت اور داعیوں سے یہ ممالک محروم ہیں۔

عرب ممالک جن سے ہم کو ایمان کی دولت ملی، اور انسانیت کی حقیقت ملی۔ اور جو ہمارے لیے ہدایت کا سبب بنے، جن کا ساری دنیا پر وہ احسان ہے جو کسی بڑے سے بڑے زمانہ کی قوم کسی بڑی سے بڑی عالی مرتبہ تہذیب کسی بڑے سے بڑے کلچر و ثقافت کا وہ احسان نہیں جو عربوں کا احسان ہے، ان ہی کی وجہ سے ہم صاحبِ ایمان ہیں، حساس و فرض شناس انسان ہیں، ان عربوں میں اس وقت دعوت کی آواز نہ صرف یہ کہ دب گئی ہے، پست ہو گئی ہے بلکہ گم ہو گئی ہے اور تحریک اخوان المسلمین کے بعد سے معلوم ہوتا ہے کہ سناٹا سا چھا گیا ہے۔ یہاں جو مظالم ہوئے اس کی بنا پر وہاں جو لوگ اس کے اہل تھے۔ وہ لوگ ملک چھوڑ چھوڑ کر چلے گئے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خود مصر میں ایک ایسا دور گزر رہا ہے، کہ ان کے ذہن میں یہ نہیں آتا تھا کہ مسلمان دنیا میں اثر انداز ہو سکتے ہیں، چنانچہ جب ہماری کتاب "ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمین" قاہرہ سے شائع ہوئی (جس پر ڈاکٹر احمد امین نے ایک کمزور مقدمہ بھی لکھا تھا، پھر دوسرا طاقتور مقدمہ سید قطب نے لکھا تھا۔ اور ڈاکٹر محمد یوسف موسیٰ کا مقدمہ بھی تھا) جب ہم مصر گئے تو ایک اخبار نے لکھا کہ کیا مسلمان بھی دنیا پر اثر ڈال سکتے ہیں؟ کیا مسلمانوں کے عروج و زوال سے دنیا پر اثر پڑ سکتا ہے؟ کیا نام رکھا ہے اس کتاب کا؟ اس نے انگلی اٹھائی اور تعجب کیا، حالانکہ میں نے اقبال کے شعر سے کام لیا ہے اور بالکل یہ شعر اس کا جواب ہے جو انھوں نے ابلیس کی طرف سے نقل کیا ہے ؎

؎ ابلیس کی مجلس شوریٰ ہوئی تو اس میں سب نے ایک ایک خطرہ کی طرف اشارہ کیا کسی نے نیشنلزم کا خطرہ ظاہر کیا کسی نے فوجی طاقت، کسی نے

ہر نفس ڈرتا ہوں اس امت کی بیداری سے میں
ہے حقیقت جس کے دیں کی احتسابِ کائنات

مسلمان اس پوزیشن میں کہاں ہیں، اس تعداد میں کہاں ہیں کہ دنیا پر اثر انداز ہو سکیں

یہ ہے ممالک عربیہ کا اس وقت کا سب سے بڑا مرض، بڑا خطرہ کہ اسلام کے مستقبل سے وہ مایوس ہوتے جا رہے ہیں ان کی سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ اسلام ہی دنیا کے لیے ذریعہ نجات ہے۔ مذہبی طور پر اخلاقی طور پر، دنیوی طور پر بھی معاشرتی طور پر بھی اور سیاسی طور پر بھی، یہ وہ کام ہے جو اس وقت قدر و قیمت کے لحاظ سے اور اہمیت کے لحاظ سے اہم ترین اور مؤثر ترین کام ہے۔

آپ اپنے اندر وہ قابلیت پیدا کریں کہ آپ عربوں کو متاثر کر سکیں اس کے لیے ضرورت ہے کہ آپ کی زبان و تحریر میں وہ اثر ہو اور وہ شیفتگی، جاذبیت و ادبیت ہو کہ عرب کہیں کہ کیا خوب لکھا ہے، چنانچہ الحمد للہ یہاں سے ندوۃ العلماء کی "مجلس تحقیقات و نشریات اسلام" سے وہ لٹریچر عرب ممالک میں جاتا ہے جسے عرب میں جھوم جھوم کر پڑھتے ہیں اور سناتے ہیں۔ ہم نے یہ بھی دیکھا کہ مولوی عبد اللہ عباس ندوی صاحب کے مکان پر مکہ معظمہ میں ہم بیٹھے ہوئے تھے، استاد عبد الحکیم عابدین ایک رسالہ پڑھنے لگے، ہم کو ضرورت بڑی ہم نے کہا کہ ہم ابھی آتے ہیں، واپس آئے تو دیکھا کہ وہ پڑھ رہے ہیں اور رو رہے ہیں۔ یہ امام حسن البنا کے بہنوئی تھے اور بڑے خطیب و تعلیم یافتہ، جب ہم آئے تو ہمارا نام لے کر کہا کہ یہ کس کی لکھی ہوئی کتاب ہے؟ ہم نے کہا کہ ہمارے برادر زادہ محمد الحسنی کی، تو انھوں نے کہا کہ ان کو میرا اسلام کہنا، یہ کتاب "الاسلام بین الواقع" تھی

آخرت میں بھی اور دنیا میں بھی یہاں

کے وسائل کے اعتبار سے یہ عظیم کارنامہ ہوگا کہ آپ عربوں میں دین کی دعوت کو پہنچانے کی صلاحیت پیدا کریں اللہ تعالیٰ نے اس کے اسباب مہیا فرمائے ہیں۔ ایک ہدف و نشانہ بنائیں کہ ہم اپنے اندر قابلیت و صلاحیت پیدا کریں جس سے ہم عربوں کو دین پر زیادہ جمنے کی دعوت دے سکیں۔ ہماری کتابوں میں سے "إلى الإسلام من جديد"، "أجاهلية بعد الإسلام" "أيها العرب"؟ "إلى الرأية محمدية أيها العرب"[1] یہ سب وہ کتابیں ہیں جو عربوں کو جھنجھوڑنے والی اور جھنجھوڑنے والی ہیں، وہ کہیں گے کہ ایک عجمی ایک ہندی الثقافة ہمیں خطاب کر رہا ہے اس کے اندر اسلام کا اتنا اعتماد ہے جو اعتماد ہمارے اندر اب نہیں رہا ہے اللہ تعالیٰ اگر نفع پہنچا دے تو اس سے بڑھ کر تقرب إلى اللہ کا کوئی ذریعہ نہیں ہو سکتا کہ آپ کے ذریعہ سے اس امت کے افراد میں دین پر اعتماد پیدا ہو جن کے ذریعہ سے یہ نعمت اور یہ دولت ساری دنیا میں پھیلی، ہمارے مدارس عربیہ کے فضلاء میں یہ جذبہ دوسروں سے زیادہ ہونا چاہیئے کہ ہم جن کی زبان کے ذریعہ سے دین کو سمجھ رہے ہیں، جن سے ہم کو یہ دولت علم ملی ہے۔ اور مل رہی ہے ان کا حق ہے کہ ہم اس کو پھر ان کے پاس لے جائیں، ان کے اندر اس کا احساس پیدا ہوا دران کے اندر یہ غیرت پیدا ہو، وہ استاد ہیں ہم شاگرد وہ پیر ہیں ہم مرید، اور وہ ہمارے ہادی ہیں اور ہم مہتدی تو اس لیے "كلية الدعوة

قائم ہوا ہے۔ وہ ایک بڑے نیک شگون کی بات ہے اور مبارکباد دینے کے لائق ہے اللہ تعالیٰ ہمارے عزیزوں اور رفقائے کار کو جزائے خیر دے۔

اپنے اس عہد میں، اپنے اس ملک میں اپنے ماحول میں آپ یہ سمجھئے کہ تعلیم یافتہ طبقہ کو خاص طور پر اور عام مسلمانوں کو عام طور پر سامنے رکھ کر اس حقیقت کو ذہن نشین کریں کہ زمانہ کتنا ہی بدل گیا ہے لیکن دین ابدی ہے اور آج بھی وہ دین صحیح و کامل اور زندہ ہے اور دین ہی اس زمانہ کی رہبری کر سکتا ہے۔ اور اس دین کے ذریعہ ہی سے ہم اس زمانہ میں کامیاب ہو سکتے ہیں، فتحیاب ہو سکتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نصرت و حمایت کے مستحق ہو سکتے ہیں۔

یہ تو کام آپ کا ہر جگہ ہے، مقامی طور پر بھی ہے، شہر میں بھی ہے، تعلیم یافتہ طبقہ میں خاص طور پر جو پہلے انگریزی تہذیب سے متأثر ہونے لگا ہے اور خطرہ ہے کہ وہ ہندو دیومالا اور تہذیب سے متأثر ہو، اس کو بھی آپ ذہن میں رکھیں، عربی زبان کی تعلیم حاصل کرنے سے یہ فائدہ ذہن میں نہ رکھیں کہ ہم بلاد عربیہ میں جائیں گے۔ اور کہیں جگہ مل گئی تو نوکری کر لیں گے، نہیں تو مؤذن بن جائیں گے۔ امام بن جائیں گے

باقی ص ۳۵ پر

بقیہ: حاشیہ ص ۱۲ کا

سرمایہ داری کا ذکر کیا، ابلیس کی زبان سے یہ مضمون نکلا جس کو اقبال نے اس کی زبان سے پیش کیا۔

[1] ان عربی دعوتی رسائل و کتب کی فہرست مجلس تحقیقات و نشریات سے طلب کی جا سکتی ہے۔

حادثۂ منیٰ

تحریر:- مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ——— ترجمہ:- مطیع الرحمٰن عوف ندوی

آتش زنی کے واقعات تو آئے دن پیش آتے رہتے ہیں خاص کر گرمیوں کے موسم میں آگ کی کسی معمولی سی چنگاری یا بجلی کے تاروں کی اسپارکنگ یا گیس سلنڈر کے پھٹ جانے سے یہ آگ جہاں لگے اور فوراً تدارک نہ ہو تو چند لمحوں میں جلا کر خاکستر کر دیتی ہے، شہروں کے اندر ہم اس طرح کے واقعات کا اکثر و بیشتر مشاہدہ کرتے رہتے ہیں لیکن وہاں آگ بجھانے کے سامان کی فراہمی اور فائر بریگیڈ کی تیزی سے حرکت میں آجانے سے بہت جلد آگ پر قابو پالیا جاتا ہے اور لوگوں کو جان و مال کے نقصان سے بچا لیا جاتا ہے، اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ آگ شدت سے بھڑکے اور فائر بریگیڈ کے پہونچنے میں تاخیر ہو تو وہ لوگوں کی جانوں کو اپنا لقمہ بنا لیتی ہے اور تمام مال و اسباب کو راکھ کے ایک ڈھیر میں تبدیل کر دیتی ہے۔

البتہ وقوف عرفات سے ایک یوم قبل منیٰ کے اندر جو آگ لگنے کا واقعہ پیش آیا وہ آگ لگنے کے عام حادثوں سے کہیں زیادہ سخت اور سنگین تھا حالانکہ ہم جانتے ہیں اس کے مطابق حاجیوں کے راحت و آرام اور تمام خطرات سے لوگوں کی حفاظت کے خاطر وہاں تمام جدید انتظامات و وسائل کا بڑے پیمانے پر نظم کیا جاتا ہے۔ لیکن جو ہونا مقدر تھا وہ ہو کر رہا ہم کو اس سلسلہ میں تمام ظاہری و باطنی طور پر جو اسباب و عوامل بآسانی ہو سکتی ہوں ان کے تدارک پر غور و فکر کرنی چاہئے، لیکن ساتھ ہی ان امور پر بھی غور و فکر کرنا ضروری ہے جنھیں اس حادثہ کے پوشیدہ اور مستور عوامل کہا جا سکتا ہے اس لئے کہ ہمارا عقیدہ ہے کہ کوئی بھی حادثہ اور واقعہ و مصیبت خواہ کتنی ہی معمولی ہو یا کتنی ہی سخت، وہ اللہ تعالیٰ کے حکم و ارادہ سے ہی پیش آتی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"وما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم ویعفو عن کثیر" (سورہ شوریٰ ۳۰)

اور جو مصیبت تم پر واقع ہوتی ہے سو تمہارے اپنے کرتوت کے نتیجہ میں پیش آتی ہے اور خدا بہت سے گناہ و کرتوت معاف ہی کر دیتا ہے۔

اس آیت میں یعفو عن کثیر سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ہماری زندگیاں بکثرت خطاؤں اور گناہوں سے پُر ہیں جو اللہ تعالیٰ کے غضب کا باعث بن سکتی ہیں۔ تاہم ان میں سے اکثر خطاؤں کو اللہ تعالیٰ اپنے رحم و کرم سے معاف فرما دیتا ہے لیکن بعض خطائیں ہم پر اللہ تعالیٰ کے غضب کا سبب بن جایا کرتی ہیں اللہ تعالیٰ ہم کو ان سے بچائے اور ہماری حفاظت فرمائے (آمین) اس لئے ہر مسلمان کا خدا تعالیٰ کی قدرت اور اس کے فیصلہ پر یہ ایمان ہونا ضروری ہے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کے ارادہ و اختیار میں ہے اور ایک پتہ بھی اس کے حکم کے بغیر حرکت نہیں کرتا، اس لئے ہر مسلمان کو ایسے معنوی و حقیقی اسباب و محرکات پر بھی غور کرنا چاہئے جو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے دروازوں کو بند کرنے اور اس کے غضب کو بھڑکانے کا سبب ہوا کرتے ہیں چنانچہ اسی کے پیش نظر منیٰ کا یہ جانکاہ اور المناک حادثہ بھی یقیناً کسی ایسے معنوی سبب سے خالی نہ ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی رضا و غضب سے متعلق ہو اس لئے کہ ایسے حادثہ سے بچانے کے لئے تمام ظاہری اسباب و وسائل فراہم تھے کیونکہ ہمیں معلوم ہے کہ سعودی حکومت خطرات سے بچنے کے لئے اپنی تمام قوت صرف کر دیتی ہے اور تمام جدید مادی وسائل و اسباب کا نظم کرتی ہے، ساتھ ہی اقامت اور آمد و رفت کی سہولتوں کے لئے تعمیری کام بھی برابر کرتی رہتی ہے جن میں وہ تمام خطرات سے حفاظت کا نظم کرتی ہے، ان تمام تیاریوں اور وسائل کو دیکھ کر ذہن میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ یہاں آنے جانے والوں اور قیام کرنے والوں کے علاقہ میں تو حادثات کا گذر ہونا بھی مشکل ہوگا، لیکن جو ہونا تھا وہ ہو کر رہا، اس لئے یہ واقعہ حج کے سلسلہ میں ہمیں اپنے اعمال و کردار پر غور کرنے کی دعوت دیتا ہے کہ وہاں کا قصور کیا واقعہ اخلاص عمل اور اس نیت کے ساتھ تھا کہ اللہ کی رضا حاصل ہو یا ایسے عمل اور نیت کے ساتھ تھا جس سے خدا تعالیٰ راضی نہیں ہوتا ہے۔

اس نقطۂ نظر سے اس حادثہ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مخلصانہ ایمانی قصد و ارادہ اور دینی روح مناسک حج کی ادائیگی کے لئے لازم و مطلوب ہیں اور حج اسلام کے دیگر بنیادی ارکان نماز، روزہ اور زکوٰۃ وغیرہ کی طرح ہے جس میں ایمانی روح کی ضرورت ہوتی ہے لیکن افسوس ہے کہ وہ اخلاص عمل اور دینی روح مناسک حج کی ادائیگی میں کم نظر آتی ہے بلکہ اس کے برعکس اب اس پر دنیاوی مقاصد اور مادی رجحان غالب آتا جا رہا ہے اور لوگوں کو اس علاقہ سے مادی فائدہ اور مال و اسباب کے اکٹھا کرنے کا موقع بھی مل رہا ہے جب کہ اس سے قبل یہ علاقہ مادی اسباب و آلات اور دولت و ثروت سے خالی تھا اور وہاں امن و سلامتی کے وسائل

فراہم نہیں تھے اس وقت حج کہیں زیادہ جسمانی خطرات و مشکلات سے پُر ہوا کرتا تھا اس کا اندازہ ان حج کے سفرناموں اور مذاکرات (ڈائریوں) سے ہوتا ہے جو پہلے کے حاجیوں نے تیار کئے کہ اس زمانہ میں سفر حج کس قدر مشقتوں اور مشکلات سے بھرا ہوتا تھا جو کبھی کبھی جانی نقصان تک پہونچ جایا کرتا تھا ان حالات میں جو لوگ بھی حج کرتے تھے ان کی نیت اپنے رب کی رضامندی کے حصول کے لئے خالص اور سچی ہوا کرتی تھی اور اسی لئے خدا کی رضا کو حاصل کرنے کی خاطر وہ اپنے راحت و آرام کو قربان کرتے تھے اور اپنی جان کو جوکھم میں ڈالتے تھے بنا بریں ان کا یہ عمل طلب رضائے الٰہی کے لئے خالص ہوتا تھا تاکہ وہ اس کے ذریعہ جہاد فی سبیل اللہ کا اجر و ثواب پا سکیں کیونکہ ان کی یہ مشقتیں اور تکلیفیں عمل جہاد سے قریب تر ہوا کرتی تھیں اس کی خاطر وہ ایک لمبے عرصہ کے لئے اپنے گھر والوں کو اور اپنے ملک و وطن کو چھوڑ دیتے تھے اور وہ سست رفتار سواریوں اور معمولی ساز و سامان کے ساتھ خطرناک راستوں میں سفر کی مشقتیں جھیلتے تھے، وہ حجاز مقدس میں تھوڑے سے پانی پر صبر کرتے اور جان و مال کی قربانی کے لئے تیار رہتے تھے چنانچہ ان کا حج، پکا حج یعنی حج مبرور ہوا کرتا تھا، اور حج مبرور کا صلہ جنت ہے وہ حج مکمل ہونے کے بعد جب اپنے وطن واپس ہوتے تھے تو اپنے ساتھ دینی ہدایا و تحائف اور عبادت و عبدیت کی یادیں اور نقوش لے کر جاتے تھے جو دینی مسرت اور روحانی و جذباتی سرور سے پُر ہوا کرتی تھیں جن سے وہ خود اور ان کے گھر والے خوب خوب لطف اندوز ہوتے تھے۔

اب ذرا ہم خود اپنے حال پر غور کریں کہ ہمارے اندر یہ صفت کس حد تک باقی ہے اور ان جذبات کی ہم کہاں تک پاسداری کرتے ہیں اور حج کے اعمال کے دوران ہم عبدیت اور فنائیت کی روح کو کس حد تک اپنے اندر جاگزیں پاتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ہم نے عام طور پر راحت و آرام اور عافیت و اطمینان کے حصول کی وجہ سے اس عبادت کی مشقتوں اور مشکلات کو بھلا دیا اور ہم نے وہاں حاصل ہونے والے مال و متاع کے لئے جد و جہد میں خود کو مشغول کر دیا، اس طرح ہم حج کے سلسلہ میں اخلاص نیت سے کورے ہو گئے اور ہم میں کتنے ایسے لوگ ہیں جن کی نیت اس عبادت حج کی ادائیگی کے پس پردہ اصلاً مادی نفع حاصل کرنے کی ہوتی ہے اور معاملہ اس حد تک پہونچ چکا ہے کہ حج کے لئے آنے والوں میں ایک بڑی جماعت کا تصور و خیال اللہ و رسولؐ کی رضا کو طلب کرنے کے بجائے مال و دولت کا حصول اور کاروبار مقصود ہوتا ہے اس کی وجہ سے شعائر حج کی ادائیگی میں بہت سی فروگذاشتیں سرزد ہوتی ہیں اور حج کے آداب بجا لانے میں بہت سی کوتاہیاں ہوتی ہیں بلکہ بعض اوقات تو اللہ و رسولؐ کے احکام کے یکسر خلاف ہوتے ہیں، پھر اس کے بعد جب لوگ اپنے حج کے سفر سے واپس ہوتے ہیں تو ان کے ساتھ لہو و لعب کے بہت سے سامان اور لذت و عیش کے بہت سے آلات ہوتے ہیں جب کہ ان کی جگہ تقویٰ اور نیکی کے اسباب ہونے چاہئے تھے ایسے حالات میں یہ کوئی مشکل بات نہیں ہے کہ حاجیوں کے لئے حج کے زمانے میں منیٰ اور عرفات میں مناسک حج کی ادائیگی ایسے طریقہ پر ہو رہی ہو جو عبادات و حج اور اس کے آداب سے کسی طرح بھی ہم آہنگ نہ ہو جب صورت حال یہ ہو تو منجانب اللہ کسی ایسی آفت کا آجانا جو سزا کے مشابہ ہو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے تاکہ اس کے ذریعہ لوگ اللہ تعالیٰ سے توبہ کریں اور اس کی عبادت میں اپنے عمل کی اصلاح کریں اور ان کا یہ عمل مقبول ہو اور ان کے گناہ معاف ہوں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"توبوا إلى الله جميعاً أيها المؤمنون"

اور (مومنو) سب خدا کے آگے توبہ کرو۔ لعلکم تفلحون (سورہ نور۔ ۳۱)

تاکہ تم فلاح پاؤ۔

نعت پاک

ظفر ریہتاسی

جو نبیؐ کا غلام ہو جائے
اس کا جنت مقام ہو جائے
ہے تمنا نبیؐ کی چوکھٹ پر
عمر میری تمام ہو جائے
خوف محشر اسے نہیں ہوگا
جو بھی ان کا غلام ہو جائے
ہو گئی جس پہ ان کی نظر کرم
اس پہ دوزخ حرام ہو جائے
عشق احمدؐ میں جان دی جس نے
رب کا اس پہ انعام ہو جائے
روز محشر وہ جس کو اپنا لیں
اس کی بخشش کا کام ہو جائے
التجا بس ظفر کی ہے آقاؐ
شہر طیبہ میں شام ہو جائے

مسلمانوں کی پستی کا ذمہ دار کون

محمد یاسر قضمانی (جرمنی) ترجمہ: جعفر مسعود حسنی

مسلمانوں کا یہ عجیب مزاج بن گیا ہے کہ جب چار آدمی اکٹھا ہوئے اور مجلس لگی تو مسلمانوں کی پسماندگی، اخلاقی گراوٹ باہمی اختلافات اور قیادت کے فقدان کا شکوہ شروع ہو جاتا ہے۔ ہر شخص اس بحث میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا ہے اور مسلم معاشرہ کی کمزوریوں کو پر جوش انداز میں بیان کرتا ہے اور اس نقطہ پر سب کا اتفاق ہوتا ہے کہ یہ سب نتیجہ ہے خدا کی نافرمانی کا، قرآن و حدیث کی خلاف ورزی کا دین سے غفلت اور لاپرواہی کا، گناہوں میں مبتلا ہونے اور شرک و بدعت سے نہ بچنے کا، بعض شرکاء مجلس جو دین کا علم رکھتے ہیں اپنی بات میں وزن پیدا کرنے کے لیے قرآن کریم کی آیات اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو بطور سند پیش کرتے ہیں۔ ان کی گفتگو سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ حضرات بڑی سوجھ بوجھ کے حامل اسباب و علل سے پوری طرح آگاہ، عواقب و نتائج سے اچھی طرح باخبر، اور قرآن و حدیث کا گہرا علم رکھنے والے اور اس کے معانی و مفاہیم کو پوری طرح سمجھنے والے ہیں۔

بعض حضرات اس گفتگو میں قیامت اور قیامت کی علامات تک پہنچ جاتے ہیں اور مسلمانوں کی اس پستی، گراوٹ اور زوال کی وجہ قرب قیامت قرار دیتے ہیں۔

اسی طرح کی ایک مجلس میں اتفاق سے مجھے بھی شریک ہونے کا موقع ملا۔ مسلم معاشرہ کے زوال کے اسباب پر ابھی بحث چل ہی رہی تھی کہ ایک صاحب نے کہا کہ امانت داری کا فقدان قیامت کی سب سے بڑی علامت ہے۔ کیا اس زمانہ میں کوئی شخص ایسا ہے جس کو امانت دار کہا جا سکے۔

دوسری طرف سے آواز آئی: قیامت کی علامتوں میں سے ایک بڑی علامت نمازوں میں خشوع کا فقدان ہے، آج کتنے لوگ ہیں جو خشوع و خضوع کے ساتھ اپنی نمازیں پڑھتے ہیں

تیسرے نے گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا: سود: خدا بچائے سود سے، وہ سود جس کے لینے اور دینے والے کے خلاف اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اعلان جنگ کیا ہے، اور جس کے بارے میں حضورؐ کا یہ ارشاد ہے کہ سود کا ایک درہم لینا ۳۶ مرتبہ زنا کرنے سے زیادہ سخت ہے۔ لیکن کیا آپ نہیں دیکھ رہے ہیں کہ ہمارے معاشرہ میں سودی کاروبار کس طرح پھیل رہا ہے اور اچھے اچھے لوگ کس طرح اس میں مبتلا ہیں۔

چوتھے نے بات آگے بڑھاتے ہوئے: حضورؐ کا یہ ارشاد نقل کیا کہ ایک وقت وہ آنے والا ہے جب عورتیں برہنہ نکلیں گی۔ لباس پہنے ہوئے بھی بے لباس ہوں گی۔ خود مردوں کی طرف مائل اور مردوں کو اپنی طرف راغب کرنے والی ہوں گی۔ ان کے سروں پر بال اونٹنی کے کوہان کی طرح ہوں گے، جنت میں جانا تو درکنار، وہ جنت کی خوشبو تک نہ پائیں گی۔ تو کیا بے حیائی کے یہ مناظر ہماری نگاہوں سے پوشیدہ ہیں۔ اور مسلمان عورتوں اور لڑکیوں کا برسرعام اس طرح گھومنا پھرنا اب کوئی ڈھکی چھپی بات ہے۔

پانچویں نے ٹھنڈی سانس لی اور گویا ہوا! کیا رشوت بھول گئے۔ اللہ کے رسول نے رشوت لینے اور دینے والوں دونوں پر لعنت بھیجی ہے، لیکن اب تو یہ حال ہو گیا ہے کہ بغیر رشوت کے کوئی کام نہیں بنتا حرام کھانا ہی گویا اب اصل غذا ہے۔

یہ باتیں ہوتی رہیں اور میں سر جھکائے یہ سب سنتا رہا، یہاں تک کہ جب ایک گھنٹہ گزر گیا اور مسلمانوں کی برائیوں اور کوتاہیوں کا تذکرہ اسی طرح چلتا رہا اور مسلم معاشرہ کی مایوس کن صورتحال پر افسوس کا اظہار اسی طرح ہوتا رہا۔ تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ یقیناً یہ باتیں اپنی جگہ درست اور یہ خرابیاں واقعی ہمارے معاشرہ میں موجود ہیں۔ لیکن کیا مسلمانوں کی کمزوریوں اور کوتاہیوں پر تبصرہ کرنے والے یہ حضرات ان مسلمانوں سے مختلف ہیں جن کا شکوہ کیا جا رہا ہے، کیا ان کی عادات و اطوار، طور و طریق اور رہن سہن میں مماثلت نہیں پائی جاتی۔ کیا اس بگڑے ہوئے معاشرہ کی تشکیل میں ان حضرات کی اپنی کمزوریوں اور کوتاہیوں کا حصہ نہیں۔ کیا یہ حضرات

خود دین کی تعلیمات پر پوری طرح عمل پیرا ہیں؟ واقعہ یہ ہے اس گفتگو میں شریک حضرات میں متعدد ایسے افراد ہیں جن کی رقمیں غیر سودی بنک ہوتے ہوئے بھی سودی بنکوں میں ہیں، جہاں تک نمازیں خشوع کا سوال ہے تو اس کے بارے میں کچھ کہنا بیکار ہے۔ ہر شخص اپنی نماز کا حال خود جانتا ہے۔ جہاں تک عورتوں کے پردہ کا مسئلہ ہے تو اب وہ خود ان ہی حضرات کے گھروں سے اٹھ چکا ہے، رہی حرام کمائی تو اس کی اتنی شکلیں اب عام ہو چکی ہیں کہ ان کا شمار بھی مشکل ہے۔

مزدوروں کی مزدوری ہڑپ کر نا وراثت میں لڑکیوں کا حق مارنا، مہر کی رقم ادا نہ کرنا، تجارت میں فریب دہی سے کام لینا، یتیموں کا مال کھانا جانا، زکوٰۃ کی رقم پر ہاتھ صاف کر دینا۔ یہ باتیں اب عام ہیں۔

مجلس میں شکوہ تھا۔ رشوت کے عام ہونے کا جبکہ میں کئی ایسے اشخاص سے واقف تھا جو صرف اپنا وقت بچانے، کام جلد نپٹانے، لائن سے نجات حاصل کرنے کے لیے رشوت دینے سے ذرا نہیں ہچکچاتے اور بے تکلف کہتے ہیں کہ بھائی کیا کریں اس کے بغیر کام ہی نہیں چلتا۔

مجلس میں شکایت تھی کہ حکام عیش و عشرت کے دلدادہ، دولت کا بیجا استعمال کرنے والے ملک کے سرمایا کو لٹانے والے اور صرف اپنے ذاتی مفاد اور اپنی نفسانی خواہش کی تسکین کے لیے جینے اور مرنے والے ہیں، لیکن جب میں نے اس مجلس میں شریک حضرات کی زندگیوں پر نظر ڈالی تو فضول خرچی کے تمام مظاہر اپنی پوری چمک دمک کے ساتھ نظر آئے۔ اور خوشی و تفریح کے مواقع پر پیسوں کا بیجا استعمال ان کی زندگیوں میں عام نظر آیا۔

یہ وہ لوگ ہیں جو کبھی شکوہ سے باز نہیں آتے مسلمانوں کے پریشان کن حالات پر اپنی تشویش کا اظہار کرنے سے کبھی نہیں چوکتے۔ اس پر اپنی کڑھن اور غم کے مظاہرہ کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے، حالانکہ وہ خود اس ٹوٹتی ہوئی زنجیر کی ٹوٹتی ہوئی کڑی اور اس گرتی عمارت کی ایک اکھڑتی اینٹ ہیں۔

ان کو دیکھ کر بے اختیار مجھے وہ لوگ یاد آ گئے جو حضرت مالک بن دینار کو گھیرے رہتے تھے۔ آپ کے حلقۂ درس میں شریک ہوتے، وعظ سے آپ کے متاثر ہوتے اور شدت تاثر سے اکثر رونے بھی لگتے۔ ایک دن انہی حضرات کی موجودگی میں حضرت مالک بن دینار کا قرآن شریف کھو گیا۔ اگلے دن جب وعظ ہوا تو ان لوگوں کی آنکھوں سے پھر آنسو جاری ہو گئے۔ شدت تاثر سے ان کو روتا دیکھ کر مالک بن دینار نے فرمایا، تم میں سے ہر شخص رو رہا ہے تو پھر قرآن کریم کس نے چرایا۔

جی ہاں! مالک بن دینار نے سچ کہا، ہم میں سے ہر شخص رو رہا ہے اور مسلمانوں کی موجودہ صورت حال پر اپنے غم کا اظہار کر رہا ہے، لیکن حالات کو بگاڑنے اور ایک اجلی تصویر کو داغدار بنانے میں وہ خود کس حد تک ذمہ دار ہے اس پر غور کرنے کے لیے وہ تیار نہیں۔

دل کی گہرائیوں میں اتر جانے والا
مٹھاس کی دنیا میں ایک ہی نام
طہورا سوئیٹس
جہاں کی مٹھائیاں ہر دل کو بھا رہی ہیں
اسپیشل مٹھائیاں
• افلاطون • نان خطائیاں • ڈرائی فروٹ برفی
• انجیر برفی • اخروٹ برفی • ملائی برفی
• ملائی مینگو • پائنا پل حلوہ • دودھی حلوہ
• گلاب جامن نیز قسم قسم کے لڈو اور
مختلف قسم کی مٹھائیاں۔
۲۲۵/۴۵، بلاسس روڈ، ناگپاڑہ جنکشن، بمبئی ۸
فون نمبر:- ۳۰۸۲۷۷۳ - ۳۰۹۱۳۱۸

پندرہ روزہ تعمیر حیات
ایک تحریک ہے، اس کی
توسیع اشاعت میں حصہ لیں۔

ایڈیٹر کے نام ایک معصوم بچے کا خط

فطرت سے بغاوت کے طوفانی جھکڑ اور یہ معصوم کلیاں

تعمیر حیات کی ڈاک میں ہمارے قارئین کرام کے بہت سے ایسے خطوط آتے ہیں جن سے کارکنان تعمیر حیات کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے دل کو ڈھارس بندھتی ہے کہ تعمیر حیات کی آواز صدا بصحرا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کے ذریعہ بہت سی خوابیدہ صلاحیتوں کو ابھارتا اور بہت سے بجھے اور پژمردہ دلوں میں زندگی کی نئی لہر پیدا کر دیتا ہے نئے دور کے نت نئے فتنوں نے ناواقف وبے خبر بھائیوں کے دل و دماغ سے غفلت و بے خبری کے پردے اٹھا دیتا ہے اور ان کے اندر دینی غیرت وحمیت کی دبی ہوئی چنگاری کو بھڑکا دیتا ہے۔

لیکن تعمیر حیات نے اپنے ان محترم قارئین کے خطوط کو شائع کرنے کا معمول نہیں رکھا، مگر چند دنوں قبل ایک کمسن ومعصوم بچے کا خط موصول ہوا۔ خط بہر حال ایک بچے کا خط ہے لیکن اس خط نے ہمارے تصور وخیال کی دنیا میں ہلچل مچادی اور خیال ہوا کہ اس معصوم کی زبان سے ہم اللہ کروڑوں معصوموں کی صدائے بے صوت اپنے قارئین کرام کو بھی سنا دیں آج سے تقریباً بیس سال قبل دارالعلوم ندوۃ العلماء کے جمالیہ ہال میں دینی تعلیمی کونسل کے یوپی بھرے آئے ہوئے نمائندوں کو خطاب کرتے ہوئے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ نے ایسا جملہ فرمایا تھا کہ جس کو سن کر یا پڑھ کر ہر وہ ماں جس کے سینہ میں ماں کی ماتا سے بھرا ہوا دل ہے چونک جائے، اور اپنے لال اور جگر کے ٹکڑوں کے عقیقہ وشادی کی نمود ونمائش کو بھول کر اپنے بچے کی صحیح دینی تعلیم وتربیت کی فکر میں کھو جائے۔

مولانا نے فرمایا تھا "اگر بول سکتے تو ماؤں کی گود میں چھاتیوں سے لگے ہوئے بچے اپنی ماؤں سے سوال کرتے کہ اے میری ماں تو مجھے کیوں دودھ پلا رہی ہے کیوں پال پوس کر بڑا کر رہی ہے کیا جہنم کی آگ کا ایندھن بنانے کے لئے" ہے مولانا مدظلہ نے سرکاری اسکولوں کے بے دینی ودہریت کی طرف لے جانے والے نصاب تعلیم کے سیاق میں یہ بات فرمائی تھی۔

اسکول کی کتابوں کا مسئلہ تو ہے ہی ہمارے گھروں میں ریڈیو اور ٹیلی ویژن نے ان معصوم کلیوں کو بن کھلے مسل دینے کا جو ماحول بنا دیا ہے وہ پوشیدہ نہیں، اس معصوم بچے کے خط نے یہ بات واضح کر دی ہے کہ گھر کا ماحول اور ماں، دادی اور نانی کی تربیت بچے پر کیا اثر ڈالتی ہے اور بچہ کس طرح سوچتا ہے، گھر میں آنے والے رسالوں اور اخبارات سے بھی غیر شعوری طور پر بچے کیا اثر قبول کرتے ہیں۔ اور ان کا انداز فکر کیا ہوتا ہے امید ہے کہ ہمارے قارئین کرام گھر کی خواتین کو یہ سطریں اور اس معصوم بچے کا خط سنانے کی فکر کریں گے کہ اس میں ان کے جگر کے ٹکڑوں کی تعمیر سیرت کا کھلا ہوا ایک باب ہے۔

ماضی میں ہماری مائیں اپنے جگر پاروں کی اسی طرح تربیت کرتی تھیں اور یہ تربیت عہد طفلی ہی سے بچے کے دل میں دینی غیرت وحمیت کا بیج ڈالتی تھی، حدیث نبوی کے مطابق ہر بچہ فطرت اسلام ہی پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ کا اثر اس کے دل کی سادہ تختی پر پڑتا ہے، ماں باپ کے سیرت وکردار سے بچہ بنتا یا بگڑتا ہے۔

حدیث کے الفاظ ہیں" کل مولود یولد علی الفطرۃ فابواہ یھودانہ او ینصرانہ" ہر بچہ فطرت (سلیم یعنی اسلام) لے کر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی یا نصرانی بناتے ہیں۔

یہ تو گھر کے ماحول کی بات ہوئی باہر بچہ کی تعلیم وتربیت کا جو نظام چل رہا ہوتا ہے بچہ اسی سے متاثر ہوتا ہے، لیکن ہم نے ابھی تک ادھر توجہ نہیں کی جب کہ عیسائی مشنریاں اور دیگر غیر مسلم تنظیمیں ان معصوم کلیوں کو اسلام سے دور کر دینے کے لئے منظم طریقہ پر پورے نشاط وتندہی کے ساتھ نرسری اسکول چلا رہی ہیں اور خصوصاً ہمارے کھاتے پیتے مسلمان گھرانوں کے بچے معیار تعلیم بلند ہونے کے دھوکہ میں دین وایمان سے یکسر بے خبر یا غافل ہو کر اپنے بچوں کو ان نرسری اسکولوں میں پڑھا رہے ہیں۔ اور پھر یہی بچے آگے جا کر نہ صرف یہ کہ اسلام سے دور ہوتے ہیں بلکہ مسلمان کہلاتے ہوئے دین اسلام کے خلاف اظہار خیال کرتے ہیں اور امت مسلمہ کو ناقابل تلافی نقصان پہونچاتے ہیں مسلمان بچوں کی تربیت کے اس خالی محاذ کی ہم جتنی جلد فکر کریں اتنا ہی ہماری نئی نسل کے لئے بہتر ہوگا ورنہ دین اسلام کے خلاف اس وقت منظم سازشوں کا جو طوفان چل رہا ہے اس میں ہماری یہ کلیاں بن کھلے مرجھا کر سوکھ جائیں گی اور کفر والحاد کی نذر ہو جائیں گی یہ مسئلہ سرسری نہیں بلکہ بہت غور طلب ہے۔ اب ہم آپ کے اور اس معصوم بچے کے خط کے درمیان حائل نہیں ہونا چاہتے جو ہمارے کروڑوں بچوں کی زبان بے زبانی کی ترجمانی کر رہا ہے پڑھئے اور غور کیجئے، خط میں قدرے تلخیص سے کام لیا گیا ہے۔

جناب ایڈیٹر صاحب، تعمیر حیات، لکھنؤ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

میں ضیاء العلوم میں درجہ چہارم میں پڑھتا ہوں۔ میری آرزو ہے کہ میں عالم بنوں، دین پھیلاؤں اچھے اچھے کام کروں، تعمیر حیات ہمارے گھر آتا ہے۔ سب لوگ شوق سے پڑھتے ہیں میں بھی شوق سے اس کو اٹھا لیتا ہوں اور اس کو پڑھنے کی کوشش کرتا ہوں، مگر ابھی سارے مضمون میری سمجھ میں نہیں آتے، آپ مشکل زبان میں لکھتے ہیں اگر بچوں کے لائق مضمون بھی آپ چھاپیں اور نبیوں کے قصے اور بزرگوں کے قصے آسان زبان میں لکھیں تو ہم بچے بھی سمجھ سکتے ہیں انشاء اللہ جب میں بڑا ہو جاؤں گا اور عالم بن جاؤں گا تو میں آپ کے پرچے میں مضمون بھیجوں گا، جو اللہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو چڑیوں اور جانوروں کی بولی سکھا سکتا ہے وہ مجھے عالم دین بنا سکتا ہے میری دادی نے ایک دن بڑے مزے کی کہانی سنائی انھوں نے بتایا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام شیر، چڑیا، بھیڑیا کی بولی جانتے تھے۔ ایک دن کیا ہوا، حضرت سلیمان علیہ السلام کہیں جا رہے تھے حضرت سلیمان کا لشکر ساتھ تھا چیونٹی کہنے لگی اے چیونٹیوں بھاگو بھاگو کہیں سلیمان اور ان کا لشکر ہمیں کچل نہ دے سلیمان علیہ السلام نے سن لیا اور مسکرا کر دوسرے راستے سے نکل گئے۔

سید خلیل الرحمٰن رائے بریلی

امانت دار تاجر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: راست باز، امانت دار تاجر کا حشر نبیوں، صدیقوں اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔

(حدیث)

نعت

زمیں کو اوڑھ کر سو جا طفیل اس شہر میں تو بھی

پروفیسر طفیل احمد مدنی

ہر اک دیوار خوشبو میں بسی محسوس ہوتی ہے
مجھے تو یہ مدینے کی گلی محسوس ہوتی ہے

یہی لگتا ہے جیسے ذرہ ذرہ سانس لیتا ہو
یہاں تو زندگی ہی زندگی محسوس ہوتی ہے

مدینے میں قدم رکھتے ہی اہل عشق وایماں کو
دلوں میں روشنی ہی روشنی محسوس ہوتی ہے

فضائے گلشنِ طیبہ میں جا کر جانے کیا ہوگا
تصور ہی سے جس کے تازگی محسوس ہوتی ہے

اگر ہو عشق کامل دوستو اور جذبۂ صادق
تو گھر بیٹھے ہی خوشبوئے نبی محسوس ہوتی ہے

رسول اللہ کا اسم گرامی ماحیٔ غم ہے
زباں پر نام آتے ہی خوشی محسوس ہوتی ہے

کچھ ایسا کیف ہو جاتا ہے طاری قلب مومن پر
کہ دنیا اجنبی درا جنبی محسوس ہوتی ہے

یہی جی چاہتا ہے بس یہیں کا ہو کے رہ جاؤں
قسم اللہ کی وہ دلکشی محسوس ہوتی ہے

زمیں کو اوڑھ کر سو جا طفیل اس شہر میں تو بھی
یہاں کی خاک بھی تو شبنمی محسوس ہوتی ہے

حج ۱۹۹۷ء کے حادثۂ منیٰ کا آنکھوں دیکھا حال

از: مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب

برادرانِ ملت!

سال رواں ۱۹۹۷ء میں ایام حج کے دوران منیٰ میں جو حادثہ ہوا۔ اس کو دنیا میں کئی طرح کے رنگ دیئے جا رہے ہیں مسلم مخالف طاقتیں ہم اہل ایمان کو ایک دوسرے مؤمن بھائی پر الزام تراشی کرنے اور جھوٹے بہتان لگانے کے لیے جھوٹے اور بے بنیاد افسانے گڑھ رہی ہیں اس لیے اللہ کا نام لیکر امت کے لیے ایک صحیح بیان پیش خدمت کر رہے ہیں۔

دراصل حجاج کرام ۸ ذی الحجہ کو مکہ میں نماز فجر سے فارغ ہونے کے بعد منیٰ کے لیے روانہ ہونے لگتے ہیں منیٰ میں پورا دن اور رات حجاج قیام کرتے ہیں اور ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر کی نمازیں منیٰ میں پڑھتے ہیں، منیٰ میں قیام کے دوران تقریباً دن کے ساڑھے گیارہ بجے پاکستانی حاجیوں کے خیمے میں ایک سلنڈر پھٹا اور خیمے میں آگ لگ گئی خیمے چونکہ کپڑے کے ہی ہوتے ہیں چاہے موٹے کپڑے ہوں یا ہلکے کپڑے ہوں۔ اس لیے خیمے کاغذ کی طرح جلنے شروع ہو گئے اور حجاج کے پاس کھانے وغیرہ پکانے کے لیے جو سلنڈر تھے وہ پھٹنے شروع ہو گئے اور آگ نے منیٰ کا اچھا خاصا علاقہ گھیر لیا۔ خیموں میں جیسے ہی آگ لگی، حاجی ادھر ادھر خیمے سے نکل کر بچنے کے لیے بھاگے کچھ لوگ تو آگ میں گھر جانے کے سبب جل گئے۔ یا ان کے جسم کا کوئی حصہ جلا اور کچھ لوگوں کو بھگدڑ کی وجہ سے نقصان اٹھانا پڑا کہ وہ یا تو کچلے گئے یا بدن کے کسی حصہ میں چوٹ لگ کر زخم پہنچا اور اپنے ساتھیوں سے جدا ہو گئے۔ اس سال حج میں میرا ایک حقیقی بھتیجہ اس کی بیوی دو بھتیجیاں اور ان کے شوہر، ایک حقیقی بیٹی اور داماد شریک تھے اور جس پاکستانی خیمے سے آگ لگی اس کے بالکل بازو والے ہندوستانی خیمہ میں یہ مقیم تھے آگ لگتے ہی وہ خیمہ سے نکل گئے خود تو الحمدللہ محفوظ رہے، البتہ سامان جل گیا۔ اور یہ ادھر ادھر ساتھیوں سے بچھڑ گئے، امید ہے کہ ہمارے رشتہ داروں کا عینی مشاہدہ کا بیان سمجھا جائے گا۔

منیٰ میں جیسے ہی آگ لگی ہر کوئی سوچ سکتا ہے کہ کپڑے کے خیموں کو جلنے میں کیا دیر لگے گی۔ الحمدللہ سعودی حکومت نے شروع سے بہت عمدہ انتظام رکھا ہے اور منیٰ وغیرہ میں انھوں نے بڑے بڑے کھمبے لگا رکھے ہیں میں نے حج کے موقع پر جب ان کھمبوں کو دیکھا تو یہ سمجھتا تھا کہ یہ بلاوجہ یوں ہی ہیں لیکن معلوم کرنے سے پتہ چلا کہ یہ فائر بریگیڈ کے کھمبے ہیں کہ ضرورت پڑنے پر جب چاہیں جہاں سے چاہیں پانی لے سکیں۔ منیٰ میں آگ کا حادثہ ہونے پر الحمدللہ فوری طور پر سعودی حکومت کا فائر بریگیڈ کا عملہ بھی حرکت میں آیا، یہاں تک کہ "ہیلی کاپٹر" سے آگ بجھائی گئی دیکھنے والوں نے دیکھا اور ہم نے بھی ٹیلی ویژن پر یہ منظر دیکھے ہیں لیکن سوچا جا سکتا ہے کہ کپڑوں کے خیمے کے جلنے میں کچھ زیادہ دیر لگنے والی نہیں ہے بلکہ آناً فاناً دور دور تک کا حصہ آگ کی زد میں آ سکتا ہے اور بھاگم بھاگ، بھگدڑ میں یا آگ میں کچھ جانوں کا نقصان ہونا یا جسم کے کسی حصہ کا متاثر ہونا یا اپنے رفقاء اور احباب سے بچھڑ جانا وغیرہ یہ سب قدرتی باتیں تھیں جن کو ہونا تھا۔

الحمدللہ سعودی حکام اور کارکنوں نے پوری مستعدی سے آگ پر اسی دن قابو پالیا چونکہ دوسرے دن ۹ ذی الحجہ کو حاجیوں کو عرفات میں پہنچنا تھا۔ وقوف عرفہ کے لیے اور پھر دس ذی الحجہ کو منیٰ میں دوسرے بقیہ ارکان کی ادائیگی کے لیے واپس آنا تھا اس مختصر وقفہ میں آگ سے متاثر پورے میدان کو صاف ستھرا کر کے دھو دھا کر پھر سے حاجیوں کے ٹھہرنے کے لیے خیمے لگا دیئے گئے تاکہ عرفات سے واپسی پر حجاج کرام کو کسی مشکل کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ چنانچہ ہمارے قریبی رشتہ داروں کا بیان ہے کہ عرفات سے منیٰ واپسی پر وہ اسی جگہ ٹھہرے جہاں پہلے

ٹھہرے تھے۔ ان کا کہنا کہ "تنبو بھی ہمارے لیے تان دئے گئے تھے۔ اور دوسری سہولیات بھی الحمدللہ مہیا کر دی گئی تھیں۔

البتہ ۸ ذی الحجہ کو ساڑھے گیارہ بجے دن میں لگنے والی آگ سے جو نقصان ہوا۔ وہ اپنی جگہ پر ہے۔

دنیا کی کوئی حکومت اور سلطنت حج کے لیے ایسا انتظام نہیں کر سکتی جیسا کہ سعودی حکومت کرتی ہے الحمدللہ سعودی حکام کے ہم شکر گزار بھی ہیں۔ اور صلہ جزاء الاحسان الا الاحسان کے تحت ان کے لیے دعاء خیر بھی کرتے ہیں پچھلے پچاس سال سے میں دیکھ رہا ہوں کہ روز بروز حج کے انتظام اور حجاج کو سہولت پہونچانے والی چیزوں میں ترقی ہوتی رہتی ہے اور کئی ملین ڈالر یہ لوگ خرچ کرتے ہیں حجاج کے کھانے پینے کے لیے، پانی کے لیے اشیاء اور چھوتروں کے مہیا کرنے کے لیے، دواؤں کے لیے حجاج کرام کے لیے جدید طرز کے چلتے پھرتے اور قائم رہنے والے بے شمار اسپتال جاری کرنے والی ایسی خدمت گزار حکومت کے لیے گندے اور نامناسب الفاظ استعمال کرنا اور الزام تراشی کرنا، بہتان لگانا ہم لوگوں کے لیے غیر مناسب بات ہے۔

پورے طور پر معلومات حاصل کرنے سے یہ معلوم ہوا کہ ہندوستان کے صرف ڈھائی سو حاجی شہید ہوئے ہیں، حج کا اتنا بڑا اجتماع ہے جس کا انتظام کرنا کوئی معمولی بات نہیں، ویسے سعودی حکومت حاجیوں کی تعداد ڈکلیر نہیں کرتی کہ مخالف طاقتیں کہیں سیاسی فائدہ نہ اٹھائیں اور اسی موقع پر کوئی حادثہ کا باعث نہ بن جائیں پھر بھی میرا موٹا اندازہ ہے کہ ساٹھ لاکھ سے لے کر ایک کروڑ آدمی حج میں شریک ہوتے ہوں تو کوئی ناممکن بات نہیں ہے۔ باہر سے جو آنے والے ہیں وہ تو ہوائی جہاز اور پانی کے جہاز سے آتے ہی ہیں۔ سعودی عرب کا رقبہ چونکہ بہت بڑا ہے، عرب قبائل بدو لوگ اور سرحد سے بھی لوگ حج میں آکر شریک ہوتے ہیں یوں تو وہ سرحد بند کر کے رکھتے جیسے ہی ایام حج شروع ہوتے ہیں تو وہ سرحدیں کھول دیتے ہیں اور حج کی تقریب میں کسی کو بھی آنے سے منع نہیں کرتے اب اتنے بڑے مجمع میں حادثہ ہو جائے اور اس میں دو ڈھائی سو لوگ حادثہ کا شکار ہو جائیں تو یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے اگر حج اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب کی مذہبی تقریب اور یاترا وغیرہ میں ایسا حادثہ ہوتا تو لاکھوں لاکھ لوگ حادثہ کے شکار ہوتے اور بھاری تعداد مر جاتی

اب اس حادثہ کے اندر جو صورت سامنے آئی اس میں حاجیوں کے اوپر الزام مقصود نہیں ہے لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ حج کے جو پانچ دن ہیں اور حاجی مکہ سے نکل کر منیٰ، عرفات مزدلفہ وغیرہ پہنچ کر حج کے ارکان ادا کرتے ہیں حج کے ان پانچ دنوں میں حاجی کو اپنے ساتھ گیس سلنڈر، اسٹو وغیرہ کھانا پکانے کے لیے اپنے ساتھ لے جانا کیا ضروری ہے اور بیٹری سگریٹ کے عادی حجاج کرام کیا ان دنوں میں احتیاط نہیں کر سکتے ہیں؟

ستم بالائے ستم یہ بھی ہے کہ حج ٹورز کمپنیاں اس وقت حاجیوں کی اچھی خدمت انجام دے رہی ہیں اور مسابقت کی دوڑ میں ایک دوسرے سے آگے نکل جانے کی فکر میں ہیں یہ حجاج کے لیے نت نئے کھانے پکاتے ہیں اور ہندوستان سے اپنے ساتھ "لوگ" لے جاتے ہیں۔ پاکستان کے لوگ بھی ایسے ہی کرتے ہیں "چلتا پھرتا باورچی خانہ" ساتھ ہوتا ہے۔ کہ بڑی بڑی دیگیں اور بڑے بڑے گنج چار چار آدمی پکڑ کر اٹھاتے ہیں سالن بریانی، قورمہ، پلاؤ اور بھی طرح طرح کے پکوان حتیٰ کہ جائنیز ڈشس وغیرہ پکواتے ہیں اور اپنے ٹورز سے جانے والے حجاج کو کھلاتے ہیں، حج ٹورز والوں کی بھی ذمہ داری ہے کہ حج کے ان پانچ دنوں میں کھانے پکانے کا اتنا اہتمام کرنا کیا ضروری ہے؟

یوں تو ہم سعودی حکومت کے ہر فعل اور ہر بات کی تائید نہیں کرتے لیکن یہ ضرور کہتے ہیں کہ حج کا جیسا وہ انتظام کرتے ہیں ویسا انتظام کوئی دوسری سلطنت شاید ہی کر سکے۔

سعودی حکومت سے گذارش

اب یہ خادم عرض کرتا ہے کہ ان حادثات سے بچنے کے لیے آگے تدارک کیا ہو اسلیئے ہم نے محترم شاہ فہد صاحب اور وزیر حج واوقاف کو فیکس بھیجا ہے کہ سعودی حکومت جب حج کے انتظام پر بے شمار ملین ڈالر خرچ کرتی ہے تو دس بیس ملین ڈالر اور سہی کہ حکومت سعودیہ ہر حاجی کو کاغذ اور کھڈے کا بنا کوئی ایسا TEFIN PAKET دیدے جس میں پانچ دن کا کھانا ہو۔ ایک ایک وقت ایک ایک PAKET کا کھانا کھانے کے بعد خالی ڈبہ پھینکدے اور اس TEFIN PAKET میں کئی ٹیسٹ کے مختلف کھانے رکھدئے جائیں جیسا کہ حکومت سعودیہ عرفات میں کھڈے کے ٹیفین پیکٹ میں حاجیوں کے لیے کھانے کا انتظام کرتی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ کسی کسی کو نہیں مل پاتا ہے۔

ہاں تو میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ اگر حکومت سعودیہ حج کے پانچ دنوں میں حجاج کرام کے لیے TIFIN PAKET کی صورت میں کھانے کا انتظام کر کے مکہ سے نکلتے وقت ہر حاجی کے ہاتھ میں دیدے اور منیٰ عرفات مزدلفہ میں کھانے پکانے کے سامان لے جانے سے ہر حاجی کو سختی سے روک دے تو آگ وغیرہ کے خطرات بڑی حد تک ٹل سکتے ہیں اور اگر حکومت سعودیہ اپنے خرچ پر ایسا نہ کر سکے تو انتظام تو ضرور کروائے اور ہر حاجی پانچ دن کے کھانے کا TEFIN قیمتاً خرید لے یا پھر حج کمیٹیوں اور حج ٹورز والوں کو "پانچ دن کے کھانے کا TEFIN" تیار کرنے کا پابند بنایا جائے۔ باقی اور دوسرے انتظامات سعودی حکومت کے الحمدللہ خوب سے خوب تر ہیں، لاکھوں ان کی کبھی فیل نہیں ہوتی۔

اس صورت میں میری یہ بات اگر مان لی جائے تو دوسری بات ہم نے یہ بھی لکھی ہے کہ حاجی کے ہاتھ میں شناخت اور معلومات کے لیے جو پٹی باندھی جاتی ہے ان پٹیوں کو "فائر پروف" (FIRE PROF) بنایا جائے۔ اور منیٰ، عرفات، مزدلفہ وغیرہ میں جو خیمے لگائے جاتے ہیں انھیں بھی "فائر پروف" بنایا جائے۔ اگر یہ سب انتظامات کر لیے جائیں تو آگ کے حادثات تقریباً ناممکن ہو جائیں گے ہاں یہ اور بات ہے کہ قدرت کے فیصلہ کے تحت کوئی حادثہ ہو جائے اللہ حفاظت کرنے والا ہے۔

امید ہے کہ ان گذارشات کو سامنے رکھتے ہوئے سعودی حکومت کے بارے میں کسی غلط فہمی اور بدگمانی کا شکار نہ ہوں گے۔ بعض لوگوں نے اس واقعہ کو اخباروں میں اس طرح لکھا ہے کہ سعودیوں نے گویا خیموں میں بند کر کے حاجیوں کو آگ میں جلنے دیا ہے۔ یہ سب باتیں غلط ہیں اور ایسا بہتان کسی پر لگانا اچھا نہیں ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ (۴۹ الحجرات آیت ۱۲)

اے ایمان والو! بہت سے گمان سے بچنے کی کوشش کرو، بیشک کوئی کوئی گمان تو گناہ بن جاتا ہے۔

نفع کی تجارت

جو لوگ کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں، اور نماز قائم کرتے ہیں، اور جو کچھ ہم نے انھیں رزق دیا ہے، کھلے اور چھپے اس میں سے خرچ کرتے ہیں یقیناً وہ ایک ایسی تجارت کے متوقع ہیں، جس میں ہرگز خسارہ نہ ہوگا۔ (القرآن)

دعائے مغفرت

تعمیر حیات کے کارکن محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی کے دادا جناب حاجی حمید اللہ عرف نبو قریشی صاحب کا ۸۵ سال کی عمر میں طویل علالت کے بعد ۱۳ مئی ۱۹۹۶ء مطابق ۵ محرم ۱۴۱۷ھ کو اپنے آبائی وطن قصبہ بلہر بارہ بنکی میں انتقال ہو گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور متعلقین کو صبر جمیل کی توفیق سے نوازے

قارئین تعمیر حیات سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

● مدرسہ تعلیم الاسلام (گلولی جالون) ملحقہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے مدرس حافظ جلال الدین صاحب کا طویل کا مختصر علالت کے بعد ۲ ذی الحجہ ۱۴۱۶ھ کو انتقال ہو گیا

اناللہ وانا الیہ راجعون

اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے۔

تعمیر حیات سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

شرائط ایجنسی

رسالہ سہ ماہی کاروان ادب

۱۔ پانچ پرچوں سے کم کی ایجنسی جاری نہیں ہوتی۔
۲۔ فی رسالہ ۱۵/- روپئے کے حساب سے زرضمانت پیشگی روانہ کریں جو ایجنسی ختم ہونے پر واپس کر دی جائے گی یا بل سے رقم منہا کر دی جائے گی۔
۳۔ بل کی ادائیگی ہر ماہ ضروری ہے۔
۴۔ ڈاک خرچ بذمہ ادارہ ہوگا۔
۵۔ رجسٹرڈ بھیجنے پر رجسٹری خرچ بذمہ ایجنٹ ہوگا۔
۶۔ کمیشن پر ۲۵ فیصد ۲۰ رسالوں تک ۳۰ رسالوں سے زائد تک ۳۳ فیصد دیا جائے گا۔

خط و کتابت نیز منی آرڈر روانہ کرنے کا پتہ

MANAGER
KARWANE ADAB
Po. BOX. No ——— 93
NADWA- LUCKNOW-226007

تعمیر حیات

اپنے نئے نسلوں کو عالمی حالات سے باخبر رکھنے کیلئے تعمیر حیات کے مطالعہ کی ترغیب دیجئے

ایک مطالعہ

کاروانِ زندگی جلد ششم

(دوسری و آخری قسط)

مصنفہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

پروفیسر وصی احمد صدیقی

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ العالی سوڈان میں مدعو کیے گئے صحت کی کمزوری سے وہ تشریف نہیں لے جا سکے مگر اپنا نمائندہ بنا کر مولانا سلمان حسینی ندوی کو بھیجا جن کی وہاں بے حد تکریم کی گئی۔

لکھنؤ کے جوار میں ایک کمپیوٹر سنٹر پر حضرت مولانا نے تقریر کی۔ کلام پاک کی نازل شدہ پہلی آیت اقرا کی اہمیت اجاگر کی اور یہ فرمایا کہ صرف پڑھنا کام نہیں آئیگا۔ اس کا رشتہ اسم الٰہی اور خالق کائنات کی معرفت و یقین سے ہونا چاہیئے۔

پھر حضرت مولانا اصلاح معاشرہ کمیٹی بستی اور رابطہ ادب اسلامی کے گیارہویں مذاکرہ علمی کے مجلل بیان پر آئے۔ حضرت نے اورنگ آباد میں اورنگ زیب عالمگیر کے قبر پر فاتحہ پڑھی حضرت مولانا نے اس شہر کو ہندوستان کا غرناطہ کہا ہے صرف اس جملہ سے ہسپانیہ کی پوری تاریخ سامنے آگئی۔ عروج و زوال دونوں اور ہندوستان میں انحطاط المسلمین کا نقشہ سامنے آگیا،

دوحہ (قطر) میں مولانا خطبات اور محاضرات کے لیے بہت اصرار سے بلائے گئے جب حضرت مولانا وہاں پہنچے تو استقبال کرنے والوں میں علامہ ڈاکٹر یوسف القرضاوی تھے ساتھ ہی ساتھ ندوی فضلاء کی ایک جماعت بھی تھی۔ حضرت مولانا نے جامع مسجد میں عمومی خطاب کیا اور امت کی اصل قدر و قیمت اور اس کے فریضہ اور کردار پر روشنی ڈالی۔ غزوۂ بدر میں حضور کا ارشاد کہ اے اللہ اگر تو اس جماعت کی ہلاکت کا فیصلہ کر دے گا تو تیرے ذات واحد کی عبادت نہیں ہوگی کی بڑی اثر انگیز تفسیر کی۔

حضرت مولانا نے فرمایا کہ آج دنیا میں اسلامی اقتدار۔ اسلامی شان و شوکت۔ دولت و ثروت۔ تہذیب اور معاشرت اور علمی خدمات و تہذیبی ترقیات کے جو مظاہر اور مراکز نظر آتے ہیں وہ سب بدر کی فتح کا نتیجہ اور صدقہ ہے۔ شیخ یوسف القرضاوی نے بھی تقریر کی اور ندوہ کے امتیاز الجمع بین القدیم الصالح والجدید النافع پر زور دیا۔

حضرت مولانا نے اردو دانوں۔ خواتین اور مستورات سے خطاب کیا۔ آخری پروگرام یونیورسٹی میں تقریر تھی جس میں موجودہ عالم اسلامی اور اسلامی ممالک کا حقیقت پسندانہ جائزہ لیا۔ امیر شکیب ارسلان کا ایک جملہ نقل کیا ہے کہ عالم اسلامی فن عروض کی اصطلاح میں "بحر" کی طرح ہے جس میں پانی کا ایک قطرہ نہیں۔

مولانا نے رابطہ الجامعات الاسلامیہ کے اجلاس تاہرہ میں بذات خود شرکت نہیں کی اور اپنی جگہ مولوی نذر الحفیظ ندوی ازہری استاد دارالعلوم کو نمائندگی کے لیے بھیجا مولانا ازہری اس کانفرنس میں شریک ہوئے قاہرہ کے قریب جوار کا دورہ کیا۔ اہم اسلامی شخصیتوں سے ملے اور رجحانات کا جائزہ لیا۔ اور حضرت مولانا کو مفصل رپورٹ پیش کی۔ یہ بے حد کارآمد رپورٹ ہے اور اس لائق ہے کہ اس کا مکمل مطالعہ کتاب سے کیا جائے اس وقت کے وزیر تعلیم ڈاکٹر انور ابراہیم کا تاثر نوٹ کیا ہے کہ مولانا ندوی (حضرت مولانا) کی دعوت میں اعتدال و توازن کے ساتھ ایسی روحانیت ہے کہ پڑھتے ہوئے دل پر اثر پڑتا ہے۔ اسلام کی ترجمانی میں ان کے یہاں آفاقیت پائی جاتی ہے۔

حضرت مولانا کو اپنے ناگپور کے سفر کے خاتمہ پر جب وہ بمبئی پہونچے تو حضرت جی (مولانا انعام الحسن) کے انتقال کی خبر ملی حضرت مولانا کو بے حد صدمہ ہوا۔ پیام تعزیت میں حضرت جی کے کارناموں کو بیان کیا اور بتایا کہ ان کی دعوت لے کر ساری دنیا میں جماعتیں اور قافلے نقل و حرکت میں رہتے ہیں۔

اب حضرت مولانا یوپی میں حکومت کی تبدیلی اور سیاست و انتظامیہ کے نئے رخ پر روشنی ڈالتے ہیں ۶ دسمبر ۱۹۹۲ء کو بابری مسجد کا سانحہ پیش آیا۔ جس نے ہندوستان کی پیشانی پر کلنک کا ٹیکہ لگا دیا بی جے پی کی حکومت ختم ہوئی۔ صدر راج قائم ہوا۔ اور نومبر ۱۹۹۳ء میں اسمبلی کا الیکشن ہوا۔ بہوجن سماج پارٹی اور سماج وادی پارٹی نے مل کر گورنمنٹ بنائی ملائم سنگھ یادو وزیر اعلیٰ ہوئے۔ ان کے طرز عمل اور خیر سگالی سے مجروح دلوں کی دلداری ہوئی۔ یہ گورنمنٹ زیادہ دن نہیں چلی اور کانشی رام نے سماج وادی پارٹی کو

چھوڑ کر بلجیم سے ناطہ جوڑا اور ان کی گورنمنٹ بنی۔ مسلمان اقلیت کو مایوسی اور پریشانی لاحق ہوئی۔!

اسی زمانہ میں سپریم کورٹ نے یکساں عائلی قانون کے نفاذ کا مطالبہ کیا۔ یہ ایک بالکل بے وقت۔ بے ضرورت اور بے قاعدہ کام تھا۔ مسلمان اپنے عائلی قانون کو دین کا جزو سمجھتے ہیں حضرت مولانا کے پاس بڑی تعداد میں اخباری نمائندے آنے لگے۔ مولانا نے فرمایا کہ اس سے تضیع اوقات کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔ مولانا نے مثالیں دیں کہ برطانیہ اور جرمنی میں ایک مذہب اور ایک عائلی قانون کے نافذ ہونے کے باوجود دو عظیم جنگیں ہوئیں۔ مولانا نظام الدین صاحب نے مسلم پرسنل لا بورڈ کا دہلی میں ایک اجتماع کا اعلان کیا۔ حضرت مولانا اپنے رفیقوں کے ساتھ تشریف لے گئے۔ پہلے مرکز میں تعزیت کے لیے گئے۔ پھر اجلاس میں شرکت کی وہاں بالاتفاق یہ تجویز منظور ہوئی۔ کہ گورنمنٹ اعلان کرے کہ وہ یکساں سول کوڈ کے نفاذ کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی۔ اسی طرح مسجد کے اماموں کی گورنمنٹ سے تنخواہ پانے کی مولانا نے مخالفت کی۔ ان وجوہات بالکل بدیہی ہیں

۱۹۹۵ء میں ندوۃ العلماء کے سالانہ جلسہ انتظامیہ میں اپنے صدارتی خطبہ میں فرمایا کہ عربی زبان کی تعلیم کو اس معیار پر پہنچانے کی ضرورت ہے کہ مدارس کے فضلاء ممالک عربیہ اور ترقی یافتہ اسلامی ممالک میں خطابۃً اور کتابۃً دعوت کا کام کر سکیں۔ یہ خطبہ تعمیر حیات میں شائع ہو چکا ہے۔

ڈاکٹر سعید رمضان کی رحلت نے مولانا کو بہت دلگیر کیا۔ مولانا نے ان کے کارناموں کا بیان بہت تفصیل سے کیا اور دعا کی اللہ ان کے اخلاص و دردمندی۔ جہد و مستعدی کی بہترین جزا عطا فرمائے۔

مولانا نے ایک سنگین ریلوے حادثہ کا ذکر کیا جس میں انسان اور مردار خوار گدھ میں کوئی فرق نہیں رہ گیا تھا۔ اسی تسلسل میں ملک کی موجودہ صورت حال اور چند تشویشناک اور قابل توجہ پہلو پر توجہ دلائی۔ انھوں نے فرمایا کہ ملک کا دستور عمل بنانے والوں نے طے کیا تھا کہ ملک سیکولر زم جمہوریت اور عدم تشدد کی بنیاد پر چلے گا۔ کس طرح ہندو احیائیت اور نذر پرستی نے اس کو نقصان پہونچایا۔ اس کو مولانا نے خاصی تفصیل سے بیان کیا۔ پھر ہندوستانی مسلمانوں کا ایک حقیقت پسندانہ اور محتسبانہ جائزہ لیا۔ یہ بہت ہی اثر انگیز بیان ہے اور اس کی تخلیص اس کے اثر کو کم کر دیگی۔ اس کو کتاب میں بہت توجہ سے پڑھنا چاہیئے۔

اب مولانا احمد آباد میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا ذکر لاتے ہیں۔ حضرت مولانا کا قیام ظفر صاحب سرکیس والا کے یہاں ہوا تھا اور ان کی کشادہ دلی اور میزبانی پر مولانا نے فرمایا "السنۃ وسیلۃ الظفر" مولانا صدر اجلاس تھے اور انھوں نے اپنی تقریر کو صرف پرسنل لا تک نہیں رکھا۔ یہ ایک بے حد پُر مغز تقریر تھی اور ایک مستقل رسالہ کی شکل میں شائع ہو چکی ہے۔ اس میں انھوں نے غیر مسلمین کے خراج عقیدت کو بیان کیا جو اسلام میں عورت کے ساتھ مہربانی کے سلوک اور میراث کے قوانین کی خوبی سے متعلق تھا۔ اینی بیسنٹ اور لیبان کے حوالے آنکھوں کو کھولنے والے ہیں۔ حضرت مولانا نے مزید فرمایا کہ اللہ نے سرکار دو عالم کو نوع بشر کے لیے اسوۂ کامل بنا کر بھیجا۔ اور جگہوں پر بھی حضرت مولانا نے اس انداز اور اس موضوع پر تقریریں کیں جن کو میڈیا نے بہت دور تک پہنچا دیا ہے۔

دوسری جگہوں پر حضرت مولانا کی تقریروں کا ماحصل بھی تھا کہ اللہ مدارس سے کیا چاہتا ہے۔ فرمایا۔ زمانہ تو بدلتا ہے اور بدلنا چاہیئے۔ لیکن دین نہیں بدلتا اور نہ زمانہ کے پیچھے رہ جاتا ہے۔

اعظم گڈھ میں رابطہ ادب اسلامی کا جلسہ ہوا۔ مولانا نے فرمایا "شاعر کی نوا ہو کہ مغنی کا نفس ہو جس سے چمن افسردہ ہو وہ بادِ سحر کیا"۔

حجاز رابطہ عالم اسلامی کے سالانہ جلسہ میں مولانا نے جو تقریر کی اس کا ماحصل یہ تھا کہ جو لوگ منکر حق ہیں اور ایک دوسرے کی حمایت کرتے ہیں اگر تم نے اس کے مقابلہ میں خود ایک وحدت نہ بنائی تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد برپا ہو جائے گا۔

چند وفیات کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مولانا نے ندوہ میں رواق عبدالحی کے افتتاح پر منعقد ایک چھوٹی سی محفل کا ذکر کیا مولانا حکیم عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات محتاج تعارف نہیں۔

الیکشن اور نئی وزارت کا ذکر حضرت مولانا نے تفصیل سے کیا۔ دیوگوڑا صاحب کی ندوہ میں آمد اور ان کے انکسار کی قدردانی کی۔ ان سے بغیر کسی ترجمان کے انگریزی میں گفتگو کی۔ حضرت مولانا نے بعد میں ان کو ایک خط بھی بھیجا۔

۷ر جولائی ۱۹۹۶ء کو دہلی میں مسلم پرسنل لا بورڈ

کے جلسہ کا تفصیلی ذکر ہے۔ پھر اکدم وفیات کا بیان ہے۔ تعلقات۔ محبتوں اور خدمتوں کا۔ خاص طور پر سید عبدالسلام محی الدین صاحب مرحوم کا ذکر بہت جذباتی انداز سے ہے۔

کتاب کے آخر میں استنبول۔ لندن اور حجاز مقدس کے ایک طویل اور داعیانہ سفر کی روداد ہے۔ ترکی میں دینی بیداری اور اسلامی شعور کی ہلکی جھلکیاں نظر آنے لگیں۔ انگریز نے جس طرح مصطفیٰ کمال (اتاترک) کی شکل میں اپنا ایجنٹ پایا تھا اور انھوں نے جس طرح ترکی کو بدل ڈالا اس کے متعلق لارڈ کچنر کا بہترین فیصلہ ہے، پارلیمنٹ میں جب سوال کیا گیا کہ اتحادی فوجیں ترکی کے حدود سے کیوں واپس آگئیں۔ تو انھوں نے کہا کہ اس کی ضرورت نہیں رہی۔ ٹھیک کہا۔ کیوں کہ خلافت ختم ہو گئی عربی رسم الخط کو چھوڑ کر لاطینی رسم خط اختیار کر لیا گیا۔ اسلامی قانون کے بجائے سوئٹزرلینڈ کا قانون اختیار کر لیا گیا۔

ترکی ایک نامذہبی ملک بن گیا۔ عورتیں سو فیصد بے پردہ ہو گئیں۔ عربی مدارس و مکاتب معطل اور موقوف ہوئے لیکن حضرت مولانا نے محسوس کیا کہ اب بھی اس کی خاکستر میں ایمان کی چنگاریاں باقی ہیں

رابطہ ادب اسلامی کا جلسہ استنبول میں طے ہوا۔ اور حضرت مولانا کے نام پر ایک اعزازی تعارفی جلسہ کا اہتمام کیا گیا بہت سی مصلحتوں کو دیکھتے ہوئے حضرت مولانا وہاں تشریف لے گئے۔ یہ سفر دہلی سے دبئی اور استنبول تک ہوا۔ مولانا کا قیام سلطان محمد فاتح کی بنائی ہوئی مسجد کے قریب ایک ہوٹل میں ہوا۔

مولانا جب جلسہ گاہ میں پہنچے تو دیکھا کہ ڈائس پر ایک طرف علامہ یوسف القرضاوی بیٹھے ہیں اور دوسری طرف سید قطب شہید کے بھائی محمد قطب۔ بہت سی تقریریں ہوئیں ڈاکٹر قرضاوی کے مقالہ کا عنوان تھا۔ "حکومت و دعوت کی بنیادیں اور ستون ابوالحسن علی ندوی کے لٹریچر میں، اس کے علاوہ مختلف موضوعات پر بہت تقریریں ہوئیں اور مقالے پڑھے گئے۔ حضرت مولانا نے فرمایا (جو خالص انکسار تھا) کہ ان کی فطری استعداد اور صلاحیتوں کو اس اعتراف و اعزاز سے کوئی نسبت نہیں جن کا ان مقالات میں اظہار کیا گیا۔

استنبول کے ایشیائی حصہ کی میونسپلٹی کی طرف سے مولانا کی تقریر کا ایک پروگرام رکھا گیا جس کا عنوان "مولانا جلال الدین رومی" تھا اس مرشد روشن ضمیر پر مولانا کی تقریر بہت پسند کی گئی۔ اس کا اندازہ اس حقیر مضمون نگار کو ہے جس نے تاریخ دعوت و عزیمت میں اس "کاروان عشق و مستی کے امیر" پر مولانا کا بہترین مضمون پڑھ رکھا ہے۔ مولانا نے وزیر اعظم ترکی نجم الدین اربکان کو ایک خط لکھا جس کا متن کتاب میں درج ہے (روس کے چنگل سے چھوٹے ہوئے اسلامی ممالک اور ترکی میں بہت فرق ہے۔ وہ بازیافت کی داستان ہے۔ یہ احیائے (دین کی) حضرت مولانا نے ترکی کی حکایت اس کی لذت کی سبب بے دراز تر رکھی اور جوڑ رہنے سے تعلق رکھتی ہے۔

ترکی سے حضرت مولانا پھر انگلستان گئے۔ اسلامک سنٹر پر وقت گزرا۔ جو کام ہو گئے تھے ان کا معائنہ کیا اور قدر کی نگاہوں سے دیکھا، خاص طور پر نزہۃ الخواطر کو کمپیوٹرائز کرنا۔ یہ کتاب جس طرح مقبول ہوئی ہے اس کا بیان ہو چکا ہے۔

لندن سے حضرت مولانا حجاز پہنچے زیارت مدینہ اور عمرہ کی سعادت حاصل کرنے کے لیے حضرت مولانا نے اقبال کا ایک قطعہ لکھا ہے ہلکے سے تغطی تغیر کے ساتھ۔

برایں دوری رہ یثرب گرفتم
نوا خواں از سرور و اشتیاقم
چوں آں مرغ کہ در صحرا سحر شام
کشاید پر بہ فکر آشیانہ

پیری کو دوری سے بدل دیا ہے۔

وہاں سے حضرت مولانا واپس ہندوستان تشریف لائے۔ بمبئی، دہلی اور اندور میں رکتے ہوئے حضرت مولانا ندوہ پہنچے۔

علامہ یوسف القرضاوی حضرت مولانا کی فرمائش پر ندوہ تشریف لائے۔ وہ ایک ہفتہ ندوہ میں قیام پذیر ہوئے اور مختلف علمی موضوعات اور دعوتی مقاصد پر تقریریں کرتے رہے۔ کلیۃ اللغۃ العربیہ کی نئی عمارت کا شیخ کے ہاتھوں افتتاح ہوا۔ اپنی افتتاحی نشست میں جو تقریر فرمائی اس کا موضوع تھا موجودہ دور میں ندوۃ العلماء کا کردار۔ اُن کا قیام بڑی دلچسپی کا باعث رہا۔ علامہ قرضاوی حضرت مولانا کے بے حد قدردان ہیں۔ حیدرآباد میں رابطہ ادب اسلامی کا تیسرا جواں علمی مذاکرہ منعقد ہوا۔ حضرت مولانا شریک ہوئے۔

جامعۃ الرشاد میں علامہ سید سلیمان ندویؒ پر سیمینار منعقد ہوا صدارت ان کے لائق صاحبزادے مولانا ڈاکٹر سلمان نے کی۔ حضرت مولانا نے افتتاح کیا بہت لائق لوگوں نے اپنے مقالے پڑھے

کتاب کا خاتمہ اس سفر شرف و سعادت پر ہوا ہے۔ جو رابطہ کی دعوت پر مکہ مکرمہ جانے کے لیے ہوا۔ حضرت مولانا نے سورۂ نور کی

آیت ۳۶-۳۷ پڑھ کر اپنی تقریر کا آغاز کیا حضرت مولانا کو یہاں ایک بہت بڑا شرف ملا کہ کلید بردار کعبہ شیبی صاحب نے کلید کعبہ حضرت کی خدمت میں پیش کی۔ اور دروازہ کھولنے کے لیے کہا۔ حضرت مولانا نے لکھا ہے کہ یہ شرف و سعادت جو اس ناچیز گنہگار کو حاصل ہوئی اس کا مقابلہ دنیا کے بڑے بڑے اعزاز نہیں کر سکتے۔

یہ واقعہ ہے کہ جب مولانا ڈاکٹر عبداللہ عباس صاحب نے یہ خبر لکھنؤ بھیجی تو حضرت مولانا سے محبت کرنے والے خوشی سے اچھل پڑے حضرت مولانا کی شخصیت بڑی اعلیٰ ہے۔ مگر یہ واقعہ ہے کہ یہ اعزاز اعلیٰ تر ہے، کیسا انبساط اہتزاز پیدا ہوا۔ سب لوگ حضرت مولانا اور ندوہ کو دعائیں دینے لگے۔

داتا رکھے آباداں ساقی تیرا میخانہ

اس دعا پر میں اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں حضرت مولانا کی ایسی معرکۃ الآراء کتاب پر مضمون لکھنا۔ اس حقیر مضمون نگار کے ہمت و حوصلہ سے بہت زیادہ تھا مگر اس کی دیوانگی کام آگئی۔

انگریزی کی ایک مثل ہے:

جہاں فرزانے داخل ہونے سے گھبراتے ہیں
وہاں دیوانے گھس جاتے ہیں۔

ختم شد

بقیہ: یورپ، امریکہ اور اسرائیل

یہ قیمت نہیں ہے آپ کی اور نہ یہ مولانا محمد علی مونگیری صاحب رحمۃ اللہ علیہ و مولانا سید ظہور الاسلام فتحپوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا حکیم سید عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ اور دارالعلوم کا منصوبہ بنانے والوں اور اس کو ترقی دینے والوں میں علامہ شبلی نعمانیؒ اور مولانا سید سلیمان ندویؒ اور ان کے اہل اللہ و عارف باللہ رفقاء و معاونین کے مقاصد محنتوں اور قربانیوں کی ہے اس کی رسید و شکریہ یہ ہے کہ آپ داعی بنیں، مخالف اسلام تہذیبوں سے مسلمانوں کی مرعوبیت دور کریں جو مغربی مصنفین کی کتابیں پڑھنے سے پیدا ہو رہی ہے، اور دوسری طرف آپ عربوں سے "بضاعتنا ردت الینا" کہلوائیں اللہ تعالیٰ آپ سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ وصلی اللہ تبارک وتعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد و آلہ واصحابہ۔

بمبئی کے قارئین "تعمیر حیات" سے

بمبئی کے قارئین تعمیر حیات حضرات سے گذارش ہے کہ "تعمیر حیات" کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں۔ وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائے گی۔

ALAUDDIN TEA
Tea Merchants
44, Haji Building,
S. V. Patel Road, Null bazaar, Bombay-400 003.
Tele. : Add Cupketle Tel. : 3762220/3728708
Tel. (R) 3095852

۲۴ نمبر اور ۱۲ نمبر کی اسپیشل چائے حاصل کیجئے۔

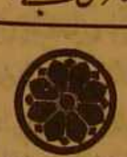

قنوج کے قدیم مشہور و معروف کارخانہ سے تیار کردہ خوشبودار عمدہ و اعلیٰ عطریات "شمامۃ العنبر، عطر گلاب، روح خس، عطر موتیا، عطر حنا، عطر گل، عطر کیوڑہ اس کے علاوہ فرحت بخش، دیرپا خوشبو ہول سیل ریٹ پر ملتے ہیں۔ ایک بار آزما کر خدمت کا موقع دیں۔

فون: ۳۴۴۴۵

محمد یٰسین محمد یامین تاجران عطر

ایکسپورٹر اینڈ امپورٹر۔ قنوج۔ یوپی — آئیڈیل پرفیوم سینٹر (پرائیوٹ لمیٹڈ) قنوج

جامعۃ الفلاح (مشرقی یوپی کے ایک معروف تعلیمی ادارہ) میں منعقد سیمینار اکتوبر ۹۶ء کے لئے لکھا گیا مقالہ۔

عصر جدید کے ہندوستان میں فقہ اور اصول فقہ پر

علمائے ہند کی خدمات

مولانا برہان الدین سنبھلی استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء۔ لکھنؤ

۵۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ (م ۱۳۶۲ھ)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی بہت سے کمالات کی جامع تھی، اس بنا پر ان کے بارے میں یہ تعیین کرنا مشکل ہے کہ وہ فقیہ بڑے تھے یا مفسر، متکلم عظیم تھے یا مصلح، مبصر کبیر تھے یا واعظ، غرضیکہ علم و عمل کے تمام دینی کمالات اللہ تعالیٰ نے ان کی ذات والا صفات میں جمع کر دیئے تھے ؎

لیس علی اللہ بمستنکر
أن یجمع العالم فی واحد

اور ایک عالم ان سے مستفید ہوا، ان سے فیض پانے والوں میں بڑے فقیہ بھی تھے، اور مفسر و متکلم بھی، ممتاز صحافی بھی تھے، اور مصنف و محقق بھی۔ اس بنا پر اہل حق کی ایک بڑی جماعت نے انھیں چودھویں صدی کا "مجدد" قرار دیا، جس میں صرف ان کے شاگرد و مرید ہی نہیں، ان کے علاوہ بھی بہت سے مبصر و باخبر اہل علم و قلم شامل ہیں۔ (مثلاً ماہر القادری مرحوم، دیکھئے ان کے تبصروں کا مجموعہ ص۲۸)

لیکن چونکہ مقالہ کا موضوع، فقہی خدمات تک محدود ہے، اس لئے یہاں مولانا کی فقیہانہ حیثیت کا ہی تذکرہ پیش نظر ہے۔

موصوف نے فقہ و فتاویٰ کی جس جس طرح اور جس جس گوشہ سے خدمت کی ہے، تنہا اس کا دائرہ بھی غالباً ہندوستان میں ان کے معاصرین کی مجموعی خدمات سے کسی طرح کم نہیں، بلکہ کچھ بڑھا ہوا ہی ہوگا۔ دور کیوں جائیے، مولانا کا ایک کارنامہ "بہشتی زیور" ہے کہ جس سے بچہ بچہ واقف ہے اور شاید ہی کوئی مسلمان دیندار گھرانہ اس سے خالی ہو، اس کی یہ مقبولیت (عورتوں کی زبان میں ہونے کی وجہ سے ان کی، اور کم پڑھے لکھے لوگوں، بلکہ بچوں کی بھی، اس کتاب تک بآسانی رسائی) شاید کتاب کی اہمیت کے لئے حجاب سا بن گئی ہے، واقعہ یہ ہے کہ فقہی مسائل کا اسے "انسائیکلوپیڈیا" کہنا مبالغہ نہ ہوگا۔ یہ عوام ہی نہیں، علماء کے لئے بھی ہے بلکہ غالباً عام لوگوں سے زیادہ علماء اس سے فائدہ اٹھا سکتے۔ بلکہ اٹھاتے ہیں، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا علیہ الرحمہ وغیرہ ممتاز علماء کے اس پر عالمانہ حواشی اور حوالوں کے اضافہ نے اسے اہل علم کے واسطے اور زیادہ نافع بنا دیا ہے، خود مصنف اور دیگر ممتاز علماء کی بار بار نظر ثانی نے اس کے درجۂ اعتبار میں بھی بہت اضافہ کر دیا ہے، جو اردو کی شاید کسی اور فقہی کتاب کو حاصل نہیں۔

علاوہ ازیں مولانا کے فتاویٰ کا ذخیرہ۔ جو متعدد بار اور متعدد ناموں سے شائع ہو چکا ہے۔ جس کی جامع شکل "امداد الفتاویٰ" کے نام سے سات ضخیم جلدوں میں شائع ہوئی۔ بلکہ ہوتی رہتی ہے۔ اس پر ایک نظر بھی مولانا کی عظمت اور فقہ و فتاویٰ میں ان کی بصیرت و دور بینی، زمانہ حال سے واقفیت اور جدید پیدا ہونے والے مسائل کے حل سے ان کی دلچسپی کا نقش جمیل چھوڑے بغیر نہیں رہ سکتی، مزید برآں یہ الگ الگ مسائل پر ان کے مستقل رسائل و تحقیقات (جس کا ایک مجموعہ "بوادر النوادر" ہے) ان کی فقیہانہ ژرف نگاہی اور حل مسائل میں ذہن کی رسائی کا پتہ دیتے ہیں۔

حکیم الامتؒ کے ایک اہم و اعظم مسترشد۔ بلکہ عالم ناسوت میں باقی تنہا معلوم خلیفہ و مجاز حضرت مولانا ابرار الحق صاحب مدظلہ العالی نے راقم سے ایک مرتبہ فرمایا کہ "حضرت (تھانویؒ) اپنے وابستگان سے فرمایا کرتے تھے کہ کوئی نیا مسئلہ پیش آئے تو مجھے مطلع کیا کرو"۔ ظاہر ہے کہ اس کا مقصد یہی تھا کہ اس (نئے مسئلہ) کے بارے میں غور و فکر کے بعد، حکم شریعت دریافت کرنے کی کوشش فرمائیں اور امت کو آسانی بہم پہونچائیں۔ چنانچہ حضرت کے فتاویٰ میں "حوادث الفتاویٰ" کا مستقل عنوان ہے، جس کے تحت جدید مسائل ہی زیر بحث آتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ آج حضرت کی اس روش کی اہمیت و افادیت کا پورا اندازہ علماء کو ہو رہا ہے۔ اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ اگر موصوف نے یہ کام انجام نہ دیا ہوتا تو ہم جیسے بدنام کنندگان فقہ و فقہا۔ جدید مسائل کے حل کا راستہ بند پاتے، یہ حکیم الامتؒ ہی کا فیض ہے کہ آج کے علماء جدید مسائل پر غور کرنے کے لائق بن سکے ہیں، اس لئے نئے مسائل پر ہر تحقیق کرنے والا سب سے پہلے یہ ڈھونڈھتا ہے کہ حضرت تھانویؒ نے اس بارے میں کیا تحریر فرمایا ہے؟ اگر وہاں رہنمائی مل جاتی ہے تو ہر ایک کو اطمینان ہو جاتا اور بار ہلکا محسوس ہونے لگتا ہے۔ چنانچہ ادھر۔ کوئی نصف صدی سے۔ جتنی بھی مجالس فقہ و مباحثہ قائم یا برپا ہوئیں یا ہو رہی ہیں، ان میں حصہ لینے والے موصوف کے

کلام سے استدلال کرنے پر خود کو مجبور پاتے ہیں۔ مولانا موصوف زمانہ کے تغیرات و مسائل سے کس درجہ باخبر رہتے اور امت کی مشکلات حل کرنے کے لئے کیسے بے چین رہتے تھے، اس کا اندازہ "بوادر النوادر" اور اس سے بھی بڑھ کر "الحیلۃ الناجزۃ" سے ہوتا ہے۔ مؤخر الذکر تالیف کے لئے پریشان حال مسلمان عورتوں کی ازدواجی مشکلات کو دور کرنے کی غرض سے ہندوستان کے تمام قابل ذکر علماء سے ہی نہیں، حجاز، بالخصوص حرمین شریفین کے مختلف مسالک۔ خاص طور پر فقہ مالکی کے علماء سے بھی فتاویٰ حاصل کئے، کیوں کہ ظالم شوہروں کی طرف سے پریشانی میں مبتلا عورتوں کی بعض مشکلات کا حل تنہا فقہ مالکی میں تھا۔ آج تو دنیا کے ہر گوشہ سے مراسلت اور رابطہ قائم کرنا بہت آسان ہو گیا ہے، اس بنا پر یہ اندازہ کرنا آج مشکل ہے کہ اس زمانہ میں حضرت کو بیرونی علماء سے فتاویٰ حاصل کرنے کے لئے کیسے پاپڑ بیلنے پڑے ہوں گے۔

سب واقف جانتے ہیں کہ حضرت تھانویؒ کی چھوٹی بڑی تصنیفات۔ جن میں "بیان القرآن" "بہشتی زیور" "امداد الفتاویٰ"، جیسی ضخیم کتابیں جو کم و بیش ہزار ہزار صفحات پر مشتمل ہیں۔ بھی ہیں، اور چند درجن رسائل بھی، ان سب کتابوں کی تعداد ایک ہزار کے لگ بھگ ہے، جن میں زیادہ تر فقہی موضوع پر ہیں، اس طرح موصوف نے گویا پورا ایک کتب خانہ تیار کر دیا ہے۔

اس علمی ذخیرہ کے علاوہ، مولانا کا ایک بہت بڑا کارنامہ افراد کار تیار کر دینا ہے موصوف سے کم سے کم دو آخریں۔ اس صفت کے اندر سب پر فائق ہیں، حضرت کے تیار کردہ افراد کی فہرست بھی خاصی طویل ہے، جس میں حضرت کے بھائی، اور ساختہ پرداختہ مولانا ظفر احمد عثمانی اور مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ (جن کا مستقل تذکرہ آگے آرہا ہے) کی شخصیتیں سب سے نمایاں ہیں۔ مقدم الذکر کی۔ حضرت تھانویؒ ہی کی نگرانی میں تیار کردہ۔ تصنیف "اعلاء السنن"۔ جو جہازی سائز کی اکیس ضخیم جلدوں میں طبع ہوئی ہے اور ہر جلد تقریباً چھ سو، سات سو صفحات پر مشتمل ہے۔ گذشتہ ایک ہزار سال کے اندر کسی حنفی فقیہ و محدث کا جمع کردہ۔ فقہی ترتیب کے مطابق اتنا بڑا احادیث کا ذخیرہ، جس میں ہر حدیث پر علمی و تحقیقی انداز میں نہایت مبسوط کلام بھی کیا گیا ہو۔ نہایت فاضلانہ مقدمہ کے ساتھ "اعلاء السنن" کے علاوہ اور کوئی نہیں ملتا، بلاشبہ یہ عظیم کارنامہ بھی حضرت تھانویؒ کے ہی حسنات میں شمار ہونے کے لائق ہے، (فرحمہ اللہ رحمۃ کاملۃ سابغۃ واعلی اللہ مراتبہ، وأدخلہ فسیح جناتہ)

۶۔ مولانا مفتی محمد کفایت اللہ دہلویؒ (م ۱۳۷۲ھ)

ہندوستان میں فقہ و حدیث کے سب سے بڑے مرکز دار العلوم دیوبند میں اس کے سنہرے دور کے اندر (حضرت شیخ الہندؒ جیسے نابغۂ روزگار کی تیار کردہ جماعت میں) آسمان علم و فقہ پر آفتاب و ماہتاب بن کر جو حضرات چمکے، ان میں مفتی محمد کفایت اللہ شاہجہانپوری (ثم الدہلوی) کا نام بہت نمایاں ہے، موصوف کی فقاہت، بلکہ فقیہ النفس ہونے کی صفت، اتنی معروف ہے، کہ اس کے شواہد پیش کرنا تحصیل حاصل ہے، مفتی صاحبؒ کے جن امتیازات پر سارے واقف متفق ہیں، ان میں موصوف کی ذہانت، معاملہ فہمی، نکتہ رسی، بات کی تہہ تک جلد پہونچ جانے کی صفت کے ساتھ فتویٰ نویسی میں اختصار دایجاز شامل ہیں، فتویٰ کی عبارت "تاقل ودل" کا مصداق ہوتی کہ اس میں ادنیٰ سی ترمیم۔ کسی ایک لفظ کا بڑھانا گھٹانا۔ بھی مشکل،

آں محترم نصف صدی سے زیادہ مدت تک درس و افتاء میں مشغول رہے، حتیٰ کہ جنگ آزادی میں شامل ہونے کی وجہ سے اسارت، اور قید و بند کی آزمائش کی حالت میں بھی فتویٰ نویسی کا مشغلہ منقطع نہیں ہوا، گویا "چکی کی مشقت" کے ساتھ "مشق فتویٰ" بھی جاری رہی۔ چنانچہ انھیں زبان خلق نے "مفتی اعظم" کا خطاب دیا، جو گویا ان کا علم بن گیا تھا۔ پوری عمر اس مبارک مشغلہ میں گذارتے، یعنی مخلوق کو خالق کی بندگی کے آداب سکھاتے ہوئے اپنے خالق سے جا ملے۔ اللھم اغفرلہ واکرم نزلہ واجعلہ من الشھداء والصالحین

۷۔ مولانا عبد الشکور لکھنویؒ (م ۱۳۸۱ھ)

امام اہلسنت مولانا عبد الشکور صاحب لکھنویؒ رحمۃ اللہ علیہ کی شہرت اگرچہ فرق باطلہ، خصوصاً روافض و شیعہ کے رد و ابطال میں ہے، بلاشبہ اس میدان میں مولانا فرد فرید تھے، اور "رفض و تشیع" کے گڑھ لکھنؤ میں بیٹھ کر وہ کارنامہ سرانجام دیا، جو اگرچہ وقت کی بڑی ضرورت تھی، لیکن اس کے باوجود علمائے حق، اسے مشکل کام سمجھ کر، یا نفع کی امید کم ہونے کی بنا پر، اس میدان میں اترنے میں تامل کر رہے تھے، مگر مولانا نے نہ صرف اس کام کا بیڑا اٹھایا، بلکہ سرخروئی و کامرانی کے ساتھ عہدہ برآ ہونے کی بنا پر۔ بجا طور پر۔ امام اہل سنت کے لقب سے ملقب ہوئے۔ مولانا کی اس میدان میں شہرت ان کے دوسرے کمالات کے لئے حجاب بن گئی۔ چنانچہ ان کی فقیہانہ حیثیت و مرتبہ سے بہت کم لوگ کما حقہٗ واقف ہیں، حالانکہ موصوف جس درجہ کے مناظر و متکلم تھے، اسی درجہ کے فقیہ بھی تھے، ان کی فقاہت پر ۶ جلدوں میں سمائی "علم الفقہ" نامی کتاب شاہد عدل ہے جس میں سیکڑوں بلکہ شاید ایک ہزار سے زیادہ

باقی ص ۶ پر

مختصر عالمی خبریں

معید اشرف ندوی

● سعودی عرب کے وزیر دفاع شہزادہ سلطان بن عبد العزیز نے اپنے ایک اخباری بیان میں بتایا کہ سعودی عرب دفاعی امور میں خود کفیل ہونے کی ایک کامیاب کوشش کی ہے اور فوجیوں کو لیجانے والی بکتر بند گاڑی کا کامیاب تجربہ کیا ہے یہ گاڑی خود ملک میں تیار کی گئی ہے انھوں نے کہا کہ موجودہ وقت سعودی عرب میں اسلحہ سازی کی صنعت لگانے کے لئے بہت مناسب ہے اور نجی صنعت کاروں کو ہتھیار بنانے کی صنعت میں حکومت کے ساتھ تعاون کرنے کے لئے پیش قدمی کرنی چاہئے، وزیر دفاع نے فوجیوں کو لیجانے والی بکتر بند گاڑی کو سعودی عرب کی سولہویں سالہ ریسرچ کا ثمرہ قرار دیا ہے اس سال پچاس بکتر بند گاڑیاں تیار کر کے سعودی عرب کی مسلح افواج کے حوالہ کر دی جائیں گی اور ۱۹۹۸ء میں گاڑیوں کی تعداد ایک سو پچاس تک پہونچا دی جائے گی، واضح رہے کہ گاڑی کی تیاری میں تمام مہارت اور سرمایہ سعودی عرب ہی کا ہے۔ اس گاڑی کا نام "الفارس" رکھا گیا ہے۔

● بوسنیا جو کل تک متعصب عیسائی طاقتوں سے اپنی بقا اور تحفظ کی جنگ میں مشغول تھا بالآخر عیسائی یورپ کے قلب میں ایک مسلم ملک کی حیثیت سے اپنی شناخت قائم کرنے میں کامیاب ہو چکا ہے جنگ سے قبل اس ملک کی جانب سے شاید ہی کوئی مسلمان حج بیت اللہ کی ادائیگی کا فریضہ انجام دیتا تھا مگر اب رفتہ رفتہ بوسنیا عالم اسلام کا حصہ بنتا جا رہا ہے چنانچہ اس سال بوسنیا کے ایک ہزار چار سو مسلمانوں نے ساری دنیا کے مسلمانوں کے ساتھ مل کر حج بیت اللہ کی ادائیگی کی، بوسنیا کے اسلامی امور کے ڈائرکٹر نے بتایا کہ بوسنیا کے حاجیوں کی یہ سب سے بڑی تعداد ہے ویسے بھی بوسنیا کے مختلف شہروں میں مقامی مسلمانوں اور بعض عالم اسلام کی عالمی اسلامی تنظیموں کی مدد سے بوسنیا کے مسلمانوں میں دینی تعلیم کو عام کرنے اور اسلام سے ان کے تعلق کو مزید مضبوط کرنے کی اعلیٰ سطح پر کوششیں جاری ہیں واضح رہے کہ خادم حرمین شریفین کی خواہش پر وزارت حج کی جانب سے بوسنیا کے مسلمانوں کو خصوصی طور پر حج کی دعوت دی گئی تھی جن کے تمام اخراجات شاہ فہد بن عبد العزیز نے ذاتی طور پر برداشت کئے۔

● ترکی میں اس وقت مجملہ ۷ ہزار مساجد موجود ہیں ترکی کی حکومت کے دینی امور کے ڈائرکٹر نے اس کا انکشاف کرتے ہوئے بتایا کہ مذکورہ تمام مساجد میں پنج وقتہ نماز کے اہتمام کے علاوہ شرعی علوم کی تدریس کا بھی باقاعدہ انتظام ہے اور مسلمانوں کی موجودہ دینی ضروریات کو پیش نظر رکھتے ہوئے حکومت مزید مساجد کی تعمیر کا منصوبہ بنا رہی ہے۔

● افریقی جرج کی ایک تنظیم نے کیتھولک عیسائی ذمہ داروں سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ مقامی عیسائیوں کو ایک سے زیادہ نکاح کرنے کی اجازت دے دیں کیونکہ ان کے اندازہ کے مطابق اسلام قبول کرنے والوں میں شاید بعض افراد وہ بھی ہوں جنھوں نے محض اس رخصت کی وجہ سے اسلام قبول کیا ہو۔

حالانکہ وہ لوگ اسلام کی حقانیت اور اس کے فطری اصول کو دل سے تسلیم کر رہے ہیں لیکن اپنی کج روی کی بنا پر زبان و قلم سے اعتراف نہیں کرتے۔

● جاپان کے مسلمانوں میں بھی یہ تمنا سینہ بسینہ رہی ہے اور وہ انفرادی طور پر حج جیسے اس عظیم فریضہ کو ادا کرتے رہے ہیں مگر اس سال پہلی بار جاپان کے مسلمانوں نے وفد کی شکل میں فریضہ حج کو انجام دیا ہے چنانچہ ۴۴ جاپانی مسلمانوں پر مشتمل یہ قافلہ جن میں گیارہ خواتین بھی شامل تھیں حج کے لئے گیا، رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کے تحت چلنے والے اسلامی مرکز ٹوکیو کی جانب سے اس وفد کو ترتیب دیا گیا اور سفر سے قبل حج بیت اللہ کے تمام مناسک کی ٹریننگ کا ایک کورس بھی منعقد کیا گیا، قابل ذکر بات یہ ہے کہ جاپان مشرق بعید کا وہ ملک ہے جہاں مسلمان ایک طویل عرصہ سے آباد ہیں۔

مطالعہ کی میز پر

تبصرے کیلئے کتابوں کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے!

مولانا محمد خالد ندوی غازیپوری

نام کتاب: درس بخاری جلد اول
(افادات حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رح)
مرتب: جناب مولانا نعمت اللہ صاحب اعظمی
استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند
صفحات: چار سو اڑسٹھ ۴۶۸
قیمت: مذکور نہیں
ناشر: مرکز المعارف ہوجائی آسام برانچ مدنی روڈ دیوبند۔
ملنے کا پتہ: مکتبہ معارف مدنی روڈ، دیوبند سہارنپور
ربانی بکڈپو کٹرہ شیخ چاند، لال کنواں دہلی ۶

کتاب کا موضوع نام سے ظاہر ہے حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے درس افادات کا حسین گلدستہ اور دلکش مجموعہ اردو کے قالب میں اس کے فاضل مرتب مولانا نعمت اللہ صاحب اعظمی مدظلہ نے پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے جس میں موصوف کی اہلیت، لیاقت، خوش سلیقگی اور موضوع سے ہم آہنگی اور شیخ الاسلامؒ سے ذہنی ہمفکری علمی اور روحانی انسجام کا بھی پتہ چلتا ہے کتاب کے شروع میں موصوف کے گہربار قلم سے شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہ کے حالات درسی خصوصیات، فن حدیث سے فطری مناسبت، بلکہ والہانہ عشق و شغف نیز دعوتی اور اصلاحی مجلسوں کا تذکرہ بڑے حسین، سادہ، مگر دلکش پیرایہ بیان میں ہوا ہے۔ تقریباً نصف صدی کی تاریخ ایجاز و اعجاز کا حسین مرقع ہے، مرتب کے قلم سے فن حدیث نیز بخاری شریف کی خصوصیات پر مشتمل ایک مفصل مقدمہ بھی درج ہے جس سے اس کتاب کی افادیت دوچند ہو جاتی ہے

ہر چند کہ بخاری شریف کی شروحات و تراجم کی کمی نہیں، مفصل اور مختصر ہر انداز کی شرحیں نہایت جامع اور مفید تعلیقات و حواشی، ابواب بخاری کے صدف پاروں سے نایاب موتیوں کا ایک خزانہ علمی ورثہ کی شکل میں موجود ہے۔ اس سعادت سے اردو زبان بھی محروم نہیں۔ اب تک برصغیر ہندوستان پاکستان میں بخاری شریف کی متعدد معلوماتی اور مستند شرحیں تدقیق و تحقیق کے بعد منظر عام پر آچکی ہیں۔ ان شرحوں کے ساتھ علماء و مشائخ کی درسی افادات اور جواہر ریزوں کو بھی مرتبین باتوفیق نے نئے رنگ و آہنگ کے ساتھ دلکش و دلآویز قالب میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس سلسلۃ الذہب کی حسین و جمیل کڑی یہ درس بخاری بھی ہے جس میں شیخ الاسلامؒ کے درس کے جواہر ریزوں کو بڑی خوش سلیقگی سے سجا دیا گیا ہے، پڑھنے والا اب سمجھتا ہے کہ وہ اس نورانی درس سے براہ راست استفادہ کر رہا ہے۔ افادات کا یہ پہلا مجموعہ ابتدائے کتاب "باب بدء الوحی سے" کتاب العلم تک کے مباحث پر مشتمل ہے۔ کتابت و طباعت صاف ستھری ہے، کاغذ اوسط درجہ کا ہے، فوٹو آفسیٹ پر طباعت کی وجہ سے طباعت کا حسن اور نکھر گیا ہے۔ مدارس کے طلباء اور اساتذہ دونوں کے لیے بے حد مفید اور خاصہ کی چیز ہے۔ امید ہے کہ علم و تحقیق کی بارگاہ میں نہ صرف باریابی پائے گا بلکہ اس موضوع پر کام کرنے والوں کے لیے یہ مجموعہ بہت معاون ثابت ہوگا۔

مولانا عبدالماجد دریابادیؒ کی

خطبات ماجد

یا

ہدیہ زوجین (جدید ایڈیشن)

سائز ۲۲×۳۶/۱۶، صفحات ۱۱۲، قیمت Rs:35/- ہے

مسنون خطبۂ نکاح کی آسان، سادہ اور دلکش اسلوب میں تشریح، اسلامی تعلیمات برائے زوجین کی ایک جامع و مکمل کتاب جو ہر مومن مرد و عورت کے لیے ضروری، اس پر عمل سے زندگی آسان بنے،

اسسٹنٹ وڈسٹریبیوٹر

مکتبۃ الحرمین

مسجد مرکز والی۔ کچہری روڈ۔ امین آباد لکھنؤ

ملنے کا پتہ

ندوی بکڈپو۔ ندوہ لکھنؤ

الفرقان بکڈپو نظیر آباد، لکھنؤ

مکتبہ اسلام گوتن روڈ لکھنؤ

بقیہ: درس حدیث

دونوں ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں اور حدیث میں دونوں کا ایک ساتھ ذکر ہے۔

تاریخ کا مطالعہ، اللہ تعالیٰ کی نشانیوں پر غور و فکر کرنا، امتوں کی داستانیں پڑھنا کہ ان کا عروج و زوال کس طرح ہوتا ہے، ہمیں سبق سکھاتا ہے اور وقت کی قیمت پہچاننے کی دعوت دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ یّٰحَسْرَتٰی عَلٰی مَا فَرَّطْتُّ فِیْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِیْنَ، اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِیْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ اَوْ تَقُوْلَ حِیْنَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِیْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ" (زمر ۵۶-۵۸)

کہ (مبادا اس وقت) کوئی متنفس کہنے لگے کہ (ہائے ہائے) اس تقصیر پر افسوس ہے جو میں نے خدا کے حق میں کی اور میں تو ہنسی ہی کرتا رہا۔ یا یہ کہنے لگے کہ اگر خدا مجھ کو ہدایت دیتا تو میں بھی پرہیزگاروں میں ہوتا، یا جب عذاب دیکھ لے تو کہنے لگے کہ اگر مجھے پھر ایک دفعہ دنیا میں جانا ہو تو میں نیکوکاروں میں ہو جاؤں۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا کہ دو نعمتوں کے بارے میں بہت سے لوگ بڑی غفلت کا شکار ہیں تندرستی اور فرصت

حدیث کا فقہی پہلو

بندۂ مومن کے لئے ضروری ہے کہ وقت سے فائدہ اٹھائے اور صحت کی قیمت کو پہچانے کہ حضرت ابن عمرؓ کے اس قول کا مصداق بن جائے "اپنی صحت سے وہ حاصل کرو جو مرض میں نہ حاصل کر سکو گے، زندگی سے وہ کما لو جو موت کے بعد ممکن نہیں"

موجودہ زمانہ میں حدیث سے کیا رہنمائی ملتی ہے

۱۔ حدیث سے معلوم ہوتا کہ بندۂ مومن وقت میں جس طرح عبادت و عمل، جہاد اور مسلمانوں کے مسائل حل کرنے سے دلچسپی، ان کی مشکلات و پریشانیوں کو حل کرنے کی فکر سبھی کچھ شامل ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کے روبرو شرمندہ نہ ہو اور اپنی کوتاہی پر افسوس نہ کرے، اللہ کا ارشاد ہے:-

"اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ یّٰحَسْرَتٰی عَلٰی مَا فَرَّطْتُّ فِیْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِیْنَ، اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِیْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ اَوْ تَقُوْلَ حِیْنَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِیْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ" (زمر ۵۶-۵۸)

کہ (مبادا اس وقت) کوئی متنفس کہنے لگے کہ (ہائے ہائے) اس تقصیر پر افسوس ہے جو میں نے خدا کے حق میں کی اور میں تو ہنسی ہی کرتا رہا۔ یا یہ کہنے لگے کہ اگر خدا مجھ کو ہدایت دیتا تو میں بھی پرہیزگاروں میں ہوتا، یا جب عذاب دیکھ لے تو کہنے لگے کہ اگر مجھے پھر ایک دفعہ دنیا میں جانا ہو تو میں نیکوکاروں میں ہو جاؤں۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا کہ دو نعمتوں کے بارے میں بہت سے لوگ بڑی غفلت کا شکار ہیں تندرستی اور فرصت

حدیث کا فقہی پہلو

بندۂ مومن کے لئے ضروری ہے کہ وقت سے فائدہ اٹھائے اور صحت کی قیمت کو پہچانے کہ حضرت ابن عمرؓ کے اس قول کا مصداق بن جائے "اپنی صحت سے وہ حاصل کرو جو مرض میں نہ حاصل کر سکو گے، زندگی سے وہ کما لو جو موت کے بعد ممکن نہیں"

موجودہ زمانہ میں حدیث سے کیا رہنمائی ملتی ہے

۱۔ حدیث سے معلوم ہوتا کہ بندۂ مومن وقت کی قدردانی کے سلسلہ میں دیگر انسانوں سے بہت زیادہ ذکی الحس ہو، کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی عمر کے بارے میں سوال کرے گا کہ اس کو کہاں صرف کیا۔ جوانی کے بارے میں پوچھے گا کہ اس کو کہاں کھپایا" اس لئے وہ اپنے وقت کو بہت بچا بچا اور سنبھال سنبھال کر کام میں لگاتا ہے کہ بے کار نہ ضائع ہو، وقت تو اس کا اصل سرمایہ ہے تو اس کو گنوا کر خالی ہاتھ کیسے ہو سکتا ہے

۲۔ بندۂ مومن کو یہ احساس رہنا چاہئے کہ گویا ہر روز ڈوبتے نکلتے سورج اس کو پکار پکار کر کہتا ہے میں پھر وجود میں آگیا اور تمہارے عمل پر گواہ ہوں، مجھ سے فائدہ اٹھالو، میرے وجود کو غنیمت جانو اور نیکیاں کر لو!

۳۔ مومن کو یہ فکر دامن گیر رہنی چاہئے کہ اس کا اگلا دن پچھلے دن سے بہتر ہو اس بات کا خواہش مند رہے کہ اپنے پیچھے نفع بخش عمل یا فائدہ پہونچانے والا منصوبہ چھوڑے، یا صدقۂ جاریہ یا نیک اولاد چھوڑے وہ ان اعمال خیر میں جو کچھ بھی چھوڑ کر جائے گا اس کا نفع جتنا عام ہوگا اللہ کے یہاں اس کا ثواب بھی اتنا زیادہ ہوگا۔

لہ ج - ۴۶۔

نئے پرانے دردوں، زخموں، گلٹی، فالج درد سری اور دانتوں وغیرہ کی بیماریوں کے لئے ۶۵ سالہ پرانی عجیب و غریب یونانی دوا

دل آرام تیل رجسٹرڈ نمبر ۹۸

تیار کردہ حکیم قاسم حسین لکھنؤ

اسٹاکسٹ:- ہارون جنرل اسٹور، چکنڈی لکھنؤ۔

نوٹ:- جانڈس، دھات، لکوریا، شوگر سے جلد شفایابی کے لئے ہمسے رابطہ قائم کریں۔ فون: 213629